REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS
FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.
REGD. NO. P.67.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ
بدر
قادیان

جلد — ۲۱
شمارہ — ۱۶

ایڈیٹر :
محمد حفیظ بقاپوری
نائب ایڈیٹر :
خورشید احمد انور

شرح چندہ
سالانہ ۱۰ روپے
ششماہی ۵ روپے
ممالکِ غیر ۲۰ روپے
فی پرچہ ۲۵ پیسے

THE WEEKLY BADR QADIAN.

۵ ربیع الاوّل ۱۳۹۲ ہجری — ۲۰ شہادت ۱۳۵۱ ہش — ۲۰ اپریل ۱۹۷۲ء

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۱۸ شہادت (اپریل) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارے میں کوئی تازہ اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ احباب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و سلامتی و درازیٔ عمر اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کے لئے التزام کے ساتھ دعائیں کرتے رہیں۔

★ — محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

(ربوہ) محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب ابن حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ عارضۂ قلب کی وجہ سے تشویشناک طور پر بیمار ہیں اور ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں۔ چند سال قبل بھی آپ پر عارضۂ قلب کا حملہ ہوا تھا۔ نیز محترم صاحبزادہ مرزا اظفر احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو بھی کہیں سے چوٹیں آئیں۔ اور ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں۔ ہر دو صاحبزادگان کی کامل و عاجل شفایابی کے لئے احباب توجہ کے ساتھ دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے آمین۔

★ — حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان بفضلہ تعالیٰ مع جملہ کرام خیریت سے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔

ماریشس میں ملکہ الزبتھ ثانی کو قرآن کریم، انگریزی اور اسلامی کتب کا تحفہ

جملہ سرکاری تقریبات میں احمدی مبلغ کی شرکت اجتماعی و انفرادی تبلیغ کے زرّین مواقع

رپورٹ مرتبہ از مکرم محمد اسلم صاحب قریشی مبلغ انچارج ماریشس

ملکہ برطانیہ الزبتھ ثانی اپنے خاوند شہزادہ فلپ ڈیوک آف ایڈنبرا (Duke of Edinburgh) کے ہمراہ فروری ۱۹۷۲ء سے جنوب مشرقی ایشیا اور بحرِ ہند کے ممالک کے سرکاری دورے پر تھیں۔ ملکہ معظمہ یہ دورہ اپنے شاہی بحری جہاز BRITANIA بریٹانیہ پر کر رہی تھیں۔ ملکہ کے اس تاریخی دورہ میں جزیرہ ماریشس بھی شامل تھا۔ ماریشس کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ کوئی برطانوی حکمران اس کی سرزمین کا سرکاری دورہ کر رہا تھا۔

استقبال کی تیاریاں

ماریشس میں ملکہ کی آمد کی تاریخیں ۲۴-۲۵-۲۶ مارچ ۱۹۷۲ء مقرر تھیں۔ استقبال کے لئے لوگوں کا اشتیاق اور جوش و خروش بڑھتا جا رہا تھا۔ سرکاری اور پرائیویٹ حلقے پورا زور لگا کر ملکہ کا استقبال کرنے کی تیاریاں مکمل کر رہے تھے۔

جماعتِ احمدیہ ماریشس نے اس موقع کے لئے حسبِ معمول شاہی مہمان کے لئے قرآن کریم اور اعلیٰ اسلامی کتب اور خوش آمدید کا ایڈریس پیش کرنے کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ قرآنِ کریم کا خاص مجلد نسخہ حاصل کرنے کے لئے محترم جناب وکیل التبشیر صاحب کی خدمت میں لکھا گیا جنہوں نے کمال مہربانی سے بہت جلد یہ خاص دیدہ زیب مجلد نسخہ بذریعہ ہوائی ڈاک ہمیں ملکہ محترمہ کی آمد سے قبل ارسال فرما دیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ چنانچہ قرآن کریم مع تفصیلی ایڈریس الگ خوبصورت شفاف کاغذ میں نفاست سے پیک کر کے اور دیگر چار کتابیں جن میں "اسلامی اصول کی فلاسفی"۔ "اسلام کا اقتصادی نظام"۔ "افریقہ سپیکس" اور سیرت حضرت مسیح موعود شامل تھیں، الگ پیکٹ بنا کر رکھ لی گئیں۔

ملکہ الزبتھ ثانی کی آمد اور شاندار استقبال

مورخہ ۲۴ مارچ کو حسبِ پروگرام ملکہ محترمہ جزائر سیشل (SEYCHELLES) کا دورہ مکمل کرنے کے بعد اپنے جہاز H.M. Yacht BRITANIA کے ذریعہ صبح ساڑھے نو بجے پورٹ لوئس کی بندرگاہ میں پہنچیں۔ جہاں سے چھوٹی کشتی پر بیٹھ کر دس بجے انہوں نے گورنمنٹ ہاؤس کے سامنے پختہ پلیٹ فارم پر قدم رکھا۔ یہاں گورنر جنرل اور وزیر اعظم نے ملکہ اور ڈیوک آف ایڈنبرا کا استقبال کیا۔ اسی موقعہ پر توپوں کی سلامی دی گئی۔ یہاں سے ملکہ اور شہزادہ فلپ کھلی کار میں بیٹھ کر سڑک کے دونوں طرف ہزاروں ہزار لوگوں کی تالیوں اور مسکراہٹوں کا جواب دیتے ہوئے ڈائس کی طرف آئے جہاں انہیں فوج کے ایک چاق و چوبند دستے نے سلامی دی۔ بعدہٗ ملکہ معظمہ اور ڈیوک، گورنر جنرل اور وزیر اعظم کے ہمراہ گورنمنٹ ہاؤس کے گیٹ کے اندر داخل ہوتے جہاں سب سے پہلے مذہبی نمائندگان اور اُن کے بعد وزراء حکومت اور پھر غیر ملکی سفیر استقبال کے لئے نیم دائرے کی شکل میں کھڑے تھے۔ ملکہ محترمہ اور ڈیوک سے گورنر جنرل نے جملہ معززین کا تعارف کرایا۔ ملکہ سے ملنے والوں میں خاکسار چھٹے نمبر پر کھڑا تھا۔ خاکسار نے ملکہ معظمہ کو اپنا اور جماعت کا تعارف کرایا۔ نیز جماعت احمدیہ ماریشس کی طرف سے موصوفہ کو پُرخلوص خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد ڈیوک آف ایڈنبرا جو ملکہ کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے اُن سے تعارف ہوا۔ ڈیوک جملہ مہمانوں سے نہایت تپاک اور گرمجوشی سے ملے۔ بعدہٗ سب مہمان اپنے اپنے نمبر کے مطابق ملکہ اور شہزادہ [illegible] کے پیچھے جلوس کی شکل میں پارلیمنٹ [illegible] میں پہنچے۔ جہاں ملکہ نے ماریشس کی [illegible] لیجسلیٹو اسمبلی کے چھٹے سیشن کا افتتاح کرنا تھا۔ پارلیمنٹ ہاؤس میں صرف چند ایک زائر مہمانوں کو بٹھایا گیا تھا۔ باقی سینکڑوں مدعو حضرات پارلیمنٹ ہاؤس سے الگ ایک بڑے ہال میں بٹھائے گئے تھے جہاں اُن کے آگے متعدد ٹی۔ وی۔ سیٹ رکھے گئے تھے تاکہ وہ افتتاحی پروگرام کو بذریعہ ٹیلی ویژن دیکھ [illegible] سکیں۔ ملکہ کے استقبال کا سب نظارہ ایک خاص کیمرے کے ذریعہ سارے ملک میں دکھایا جا رہا تھا۔ میرے لئے کسی بادشاہ کے ذریعہ حکومتی اجلاس کے شاہانہ افتتاح میں شمولیت کا پہلا موقعہ تھا۔ محض خادمِ دین ہونے کے صلہ میں [illegible] اعزاز سے نوازے جانے پر میرا دل [illegible] حمد سے معمور تھا۔ ملکہ محترمہ کی [illegible] افتتاحی تقریر کے بعد [illegible] اجلاس برخاست ہوا۔ اور ہزاروں [illegible] کا ہجوم اپنے گھروں کو خوش و خرم واپس [illegible]

یونیورسٹی آف ماریشس کا افتتاح

۲۴ مارچ کو شام چار بجے ملکہ الزبتھ ثانی نے یونیورسٹی آف ماریشس کا افتتاح کرنا تھا۔ خاکسار یہاں بھی مدعو تھا۔ یہ یونیورسٹی ۱۹۶۸ء میں آزادی کے بعد شروع ہوئی۔ اس میں تین ڈیپارٹمنٹ کام کر رہے ہیں۔ جو طلبہ کو ایگریکلچر۔ ٹیکنالوجی اور ایڈمنسٹریشن کے مضامین میں تربیت دیتے ہیں۔ اور ڈپلومے جاری کرتے ہیں۔ باقی عام مروجہ تعلیم سینئر کیمبرج۔ ہائر سیکنڈری سکول سرٹیفیکیٹ۔ بی۔ اے وغیرہ کے امتحانات کیمبرج یونیورسٹی کے زیرِ انتظام ہوتے ہیں۔ افتتاحی [illegible] کے بعد

(باقی دیکھئے صفحہ [illegible] پر)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان ۔

ربوہ میں مسجد اقصیٰ کی پُرشکوہ اور وسیع و عریض عمارت کا افتتاح

”تعمیر بیت اللہ کے مقاصد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو کیونکہ ہماری ترقیات انہیں سے وابستہ ہیں“

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ)

ربوہ یکم شہادت۔ کل ۳۱ امان ۱۳۵۱ ہش مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۷۲ء بروز جمعۃ المبارک سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک نہایت بصیرت افروز اور رُوح پرور خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت متضرعانہ اور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ مرکز سلسلہ میں تعمیر ہونے والی اس عظیم الشان اور وسیع و عریض جامع مسجد کا افتتاح فرمایا جس کا نام حصولِ برکت کے لئے مسجد اقصٰے رکھا گیا ہے۔ اور یوں خلافتِ ثالثہ کے مبارک عہد میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دیرینہ خواہش اور تمنا احسن رنگ میں پوری ہوئی کہ ربوہ میں ایک نہایت وسیع اور شاندار جامع مسجد تعمیر کی جائے۔ واضح رہے کہ مسجد اقصٰے کی موجودہ زمین (جو کہ محلہ دار الرحمت شرقی میں پہاڑی کے دامن میں اس جگہ واقع ہے جہاں پر جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ منعقد ہوتا ہے) خود حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ہی اس مسجد کے لئے مخصوص فرمائی تھی۔

اس مسجد کی پُرشکوہ اور جاذبِ نظر وسیع عمارت کا سنگِ بنیاد آج سے ساڑھے پانچ سال قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ نے ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۶ء کو اپنے دستِ مبارک سے رکھا تھا۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے پایاں فضل و برکت سے اس کی تکمیل کا مبارک دن دکھایا۔

چونکہ ۳۱ امان کو ہی تیسرے پہر جماعت احمدیہ کی ۵۳ ویں مجلسِ مشاورت کا اجلاس بھی شروع ہو رہا تھا۔ اس لئے مقامی احباب کے علاوہ ملک کے طول و عرض سے احمدی جماعتوں کے نمائندگان کرام اور دیگر زائرین بھی کثرت کے ساتھ تشریف لائے ہوئے تھے اور انہیں بھی مسجد اقصیٰ کے افتتاح کی تاریخی تقریب میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی۔

۱۲ بجے دوپہر کو جب نمازِ جمعہ کی پہلی اذان ہوئی تو اس کے ساتھ ہی مسجد اقصیٰ کے دروازے نمازیوں کے لئے کھول دیئے گئے۔ اور احباب جوق در جوق مسجد میں داخل ہونے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے مین ہال کے بعد صحن بھی نمازیوں سے پُر ہونے لگا۔ مسجد کی وسیع گیلری خواتین کے لئے مخصوص تھی مگر احمدی خواتین غیر معمولی طور پر اتنی کثرت کے ساتھ نماز جمعہ میں شامل ہوئیں کہ مستورات کے لئے جگہ ناکافی ثابت ہوئی۔

ٹھیک ایک بجے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بذریعہ کار تشریف لائے۔ استقبالیہ کمیٹی کے ارکان نے مسجد کی محراب کے باہر پورچ میں حضور کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔

جونہی حضور مسجد میں داخل ہوئے، ایک جانور محراب کے قریب اور چار جانور مسجد کے چاروں کونوں پر بطور صدقہ ذبح کئے گئے۔ ان کا گوشت بعد میں غرباء میں تقسیم کر دیا گیا۔

خطبہ جمعہ کیلئے لکڑی کا ایک نیا بلند ممبر بنوایا گیا تھا جو محراب میں موجود تھا۔ دوسری اذان کے بعد جو مکرم بشارت اللہ صاحب نے دی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اسی منبر پر کھڑے ہو کر تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد اپنا بصیرت افروز خطبہ شروع فرمایا۔ خطبہ کے آغاز میں حضور نے سورہ بقرہ کی دو آیات تلاوت فرمائیں جن میں خانہ کعبہ کی تعمیر کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور پھر ان کی پُرمعارف تفسیر کرتے ہوئے بتایا کہ اس دنیا میں اصل مساجد تو تین ہی ہیں۔ یعنی خانہ کعبہ۔ مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔ جنہیں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل برکت دی گئی۔ جو کہ انسانیت کا نچوڑ تھے باقی سب مساجد تو ان مساجد کی ظل ہیں اور انہی کی وجہ سے برکت حاصل کرتی ہیں۔ ہم نے جو یہ مسجد بنائی ہے یہ بھی ان مساجد کی ہی ظل ہے اور اس کے دروازے قرآن مجید کے منشاء کے ماتحت ہر موحد کے لئے کھلے ہیں۔ خدا کرے کہ یہ مسجد بھی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مورد بنی رہے۔ اور نمازیوں کی دُعاؤں سے آباد رہے۔ اور جن لوگوں نے اس کی تعمیر میں کسی نہ کسی رنگ میں حصہ لیا ہے یا اسکے لئے دعائیں کی ہیں خدا تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرمائے اور انہیں اپنی رحمتوں سے نوازے۔

حضور نے اس سلسلہ میں تعمیر بیت اللہ کے ۲۳ مقاصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی کہ یہ مقاصد ہمیشہ ہمارے پیشِ نظر رہنے چاہئیں۔ کیونکہ ہماری ساری ترقیات انہیں کے ساتھ وابستہ ہیں۔

اس کے بعد حضور نے نماز جمعہ پڑھائی اور پھر واپس تشریف لے گئے۔ اس طرح حضور کے بصیرت افروز خطبہ اور پھر حضور کی اقتداء میں نماز ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعائیں کرنے کے ساتھ مسجد اقصیٰ کی افتتاحی تقریب بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی ؏

مسجدِ اقصیٰ ربوہ کی تعمیر و تزئین کے بعض اہم اور دلچسپ کوائف

(۱) یہ عظیم الشان مسجد ستر ہزار مربع فٹ میں تعمیر کی گئی ہے۔ اس وقت تک اس کی تعمیر پر کم و بیش ۱۵ لاکھ روپیہ صرف ہو چکا ہے۔

(۲) اس مسجد کی تعمیر کا فیصلہ ۱۹۶۵ء کی مجلس مشاورت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں کیا گیا تھا۔ اسکی تعمیر کے تمام اخراجات ایک نہایت مخلص، فدائی اور مخیر احمدی نے اپنے ذمہ لے رکھے ہیں۔ جو اپنا نام ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے۔

(۳) مسجد کا مین ہال جو کہ بغیر ستونوں کے کنکریٹ سے بنایا گیا ہے ۲۲۰×۸۰ فٹ ہے بغیر ستونوں کے اتنا بڑا ہال ملک میں شاید ہی کسی اور جگہ ہو۔ صحن کے ساتھ دونوں جانب ۱۵۵×۲۰ فٹ کے دو برآمدے ہیں اور صحن ۲۲۰×۱۸۰ فٹ پر مشتمل ہے۔ مجموعی طور پر مسجد میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیک وقت قریباً ۱۵ ہزار افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔ مین ہال میں چونکہ کوئی ستون نہیں ہے اس لئے اس میں بیٹھے ہوئے تمام لوگ امام کی زیارت سے مشرف ہو سکتے ہیں۔

(۴) مسجد کے مسقف حصے میں مستورات کے لئے ایک وسیع گیلری ہے جو ۳۴۰×۲۰ فٹ پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں سیمنٹ کی خوبصورت جالی کے ساتھ پردے کا نہایت معقول انتظام کیا گیا ہے۔

(۵) اس مسجد کو یہ شرف حاصل ہے کہ شروع سے لیکر آخر تک حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اسکی تعمیر میں ذاتی طور پر گہری دلچسپی لیتے رہے حضور نے درجنوں بار خود تشریف لے جا کر اسے ملاحظہ فرمایا اور متعلقہ کارکنان کو نہایت اہم اور قیمتی ہدایات سے نوازا۔ اس امر کی حضور نے خاص طور پر بہت احتیاط کے ساتھ نگرانی فرمائی کہ عمارت کی تکمیل میں افادیت کا پہلو بہرحال مقدم رہے اور اخراجات میں کسی قسم کا بھی [illegible] نہ ہو۔ بلکہ ہر ممکن کفایت سے کام لیا جائے۔ آخری بار حضور نے افتتاح سے ایک روز قبل ۳۰ امان کو بعد نمازِ عصر مسجد اور اس کے افتتاح کے جملہ انتظامات کا معائنہ فرمایا۔

(۶) صحن کی جانب سے مسجد میں داخل ہونے کے گیارہ گیٹ ہیں جن میں سے درمیانی دروازے کی محراب بہت بڑی ہے۔ چار بڑے مینارے ہیں اور دو چھوٹے مینار ہیں۔ ان کے گنبد سفید رنگ کے ہیں۔ بڑے گیٹ کے اردگرد نہایت خوبصورت رنگدار ٹائلز لگائی گئی ہیں جن کی وجہ سے مسجد کی خوبصورتی میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

(۷) مسجد کی پیشانی پر دروازوں کے اُوپر نہایت جلی روشن اور خوبصورت طور پر یہ الفاظ لکھے گئے ہیں:-

الحکم للہ۔ لاغالب الا اللہ۔
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔
القدرۃ للہ۔ النصرۃ للہ۔
الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔

(۸) مسجد کی دیواروں کی اُونچائی ۲۵ فٹ ہے۔ تمام کھڑکیوں اور روشندانوں میں ایسا شیشہ استعمال کیا گیا ہے جس کی چمک اندر بیٹھنے والوں کی آنکھوں کے لئے تکلیف دہ نہ ہو۔ محراب کی طرف جہاں پورچ بنایا گیا ہے دو راستے الگ طور پر جاتے ہیں۔

(۹) مسجد کی تعمیر کے لئے حضور ایدہ اللہ کی عمومی نگرانی میں ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔ جس کے صدر محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ہیں سیکرٹری کے فرائض گذشتہ اکتوبر تک محترم شیخ مبارک احمد صاحب سرانجام دیتے رہے۔ (باقی دیکھئے صفحہ ۱۱ پر)

خطبہ جمعہ

احبابِ سالِ رواں کی مالی قربانیوں کو کمال تک پہنچائیں اور نئے سال کی ذمّہ داریوں کو نباہنے کیلئے انتہائی کوشش شروع کر دیں

از سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۵ تبلیغ ۱۳۵۱ ہش (۲۵ فروری ۱۹۷۲ء) بمقام مسجد مبارک ربوہ

سورہ فاتحہ اور "فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ" (الانشراح: ۸) کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:-

"دنیا میں انسان کی زندگی مختصر ہے۔ اس کے باوجود انسانی فطرت جب مستقبل کی طرف دیکھے اس کی لمبائی سے اُکتا جاتی ہے لیکن جب وقت گذر جاتا ہے اور انسان پیچھے کی طرف دیکھتا ہے تو اسے اپنی زندگی بڑی مختصر نظر آتی ہے۔ اور جب وہ آگے دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ شاید اس نے کبھی مرنا ہی نہیں۔ مثلاً ایک بچّہ ہے وہ سمجھتا ہے کہ اُس نے کبھی جوان ہی نہیں ہونا۔ اور ایک نوجوان ہے وہ سمجھتا ہے کہ اُس نے شاید

بڑھاپے کی عُمر تک

نہیں پہنچنا۔ اور پھر جب آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اُس نے قیامت تک شاید مرنا ہی نہیں۔ کم از کم بہت سے لوگوں کے اعمال ہمیں یہی بتلاتے ہیں۔

چونکہ انسان مختلف ادوار میں سے گزر کر اپنی زندگی کے دن پورے کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُس کی فطرت کو ایسا بنایا ہے۔ مثلاً ایک طالب علم ہے وہ پہلی میں پڑھتا ہے پھر دوسری میں اور پھر دسویں تک پہنچتا ہے۔ پھر گیارہویں میں، بارھویں میں اور پھر ایف۔ اے، ایف ایس سی کے بعد بی۔ اے، بی۔ ایس سی میں اور پھر ایم۔ اے ایم ایس سی میں پہنچتا ہے۔ پھر جس طالب علم نے مزید پڑھنا ہوتا ہے وہ ایم۔ اے، ایم ایس سی کرنے کے بعد ایک سال یا دو سال یا تین سال کا کورس بھی پاس کرتا ہے۔

بہرحال انسان اپنی زندگی کے دن درجہ بدرجہ گذارتا ہے۔ اور درجہ بدرجہ اپنی ترقیات کی طرف حرکت بھی کر رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ انسان جب بڑا ہوا اور حکومت کے کام میں شامل ہونے لگا تو پھر اُس نے مثلاً تین سالہ منصوبے بنانا شروع کر دیئے۔ پانچ سالہ منصوبے اور پھر سات سالہ منصوبے بنائے گئے۔ اور یہ نہیں کہا گیا کہ نسل کے لئے ایک ہی منصوبہ کافی ہے۔ اور یہ نسل آخری وقت تک اس پر کام کرتے ہوئے اسے کامیاب بنانے کی کوشش کرے گا۔

تاہم انسان نے وقت کے لحاظ سے اپنی زندگی کے ہر کام کو زندگی کے مختلف ادوار میں بانٹ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی بانٹا ہے۔ مثلاً کچھ عرصہ کے لئے فرمایا دُودھ پیو اور کچھ نہیں کھانا۔ پھر فرمایا کچھ تھوڑی سی اور چیز ساتھ ملا کر کھاؤ۔ لیکن چنے اور مکی کے دانے نہیں کھانے۔ چنانچہ کھانے کے لحاظ سے ہر عُمر میں ایک تدریج پیدا کی گئی اور اس طرح

انسانی زندگی

کے اس پہلو کو مختلف صورتوں میں بانٹ دیا گیا اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ کھیل کے میدان میں بھی یہی نظر آتا ہے۔ غرض زندگی کے ہر میدان میں ہمیں یہی اصول نظر آتا ہے کہ زندگی کو بانٹا گیا۔ اور درجہ بدرجہ ارتقاء اور رفعتوں کے سامان پیدا کئے گئے ورنہ شاید انسان اپنی فطری کمزوری کے نتیجہ میں ان رفعتوں کو نہ پا سکتا جنہیں وہ درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے پالیتا ہے۔

اسی طرح عبادات میں بھی درجہ بدرجہ ترقی کرنے کے لئے نمازوں کے درمیان وقفے پیدا کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم سارے دن کی نمازیں ایک ہی وقت میں پڑھ لو۔ اس غرض کے لئے اس نے دن کو پھر آگے مختلف حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے اور پھر رات اور دن کی عبادات کو الگ کر دیا۔ چنانچہ سارے دن کے کام سے تھکنے کے بعد جب رات کی عبادت آئی تو اُسے مشقت والی بنا دیا۔

غرض یہ اُصول ہمیں انسانی زندگی میں کچھ اس طرح نظر آتا ہے کہ ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر درجہ کے بعد یعنی پہلے درجے میں یا پہلے دائرہ میں یا پہلے دور کے اندر ایک کام مکمل بھی ہو رہا ہے اور اگلے درجہ کے کام کا بیج بھی بویا جا رہا ہے۔ مثلاً نویں کا کورس مکمل بھی ہو رہا ہے اور دسویں میں داخلہ بھی ہو رہا ہے۔ میٹرک کا کورس مکمل بھی ہو رہا ہے اور پھر ایف اے ایف ایس سی (جسے انٹرمیڈیٹ کہتے ہیں) کی تیاری کے لئے بھی سامان ہو رہے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اس آیہ کریمہ میں فرمایا ہے کہ تم ایک دَور کے کام سے فارغ بھی ہو گئے۔ اور ایک دُوسرے دَور میں داخل بھی ہو رہے ہو گے۔ اگر تم میری

محبّت کی انتہاء

کو (اپنے دائرۂ استعداد میں) پہنچنا چاہتے ہو تو پھر اس اُصول کو یاد رکھو کہ جب فَرَغْتَ کا سوال ہو یعنی ایک دَور پُورا ہو رہا ہو تو بنیادی طور پر تمہیں ایک سبق تو یہ دیا جاتا ہے کہ وہ کام فَرَغْتَ کے معیار پر پُورا اُترتا ہو۔ فَرَغَ کے معنی عربی زبان میں کسی کام کو یا کسی چیز کو اس کے کمال تک پہنچانے کے ہوتے ہیں چنانچہ مُنجد نے لکھا ہے کہ فَرَغَ مِنَ الشَّیْءِ کے معنے ہوتے ہیں اَتَمَّہٗ یعنی کسی کام یا چیز کو کامل اور مکمل بنا دیا۔ اس کے سارے اجزا پورے ہو گئے۔ تب وہ عربی زبان کے لحاظ سے فَرَغْتَ ہے۔ مثلاً دسویں کا وہ طالب علم جو دو پرچوں میں فیل ہو جاتا ہے اس کو فَرَغْتَ نہیں کہا جائے گا۔ یعنی اس کا کام مکمل نہیں ہوا۔ کیونکہ جہاں تک دسویں کے امتحان کی تیاری کا سوال تھا اس نے اپنی ذمہ داری کو کمال تک نہیں پہنچایا۔ اس لئے اس کے اگلے دَور کی ترقی یا اس کے لئے جدّوجہد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فَاِذَا فَرَغْتَ یعنی جب تم ایک دَور کے کام سے اور اس کی ذمّہ داری سے پورے طور پر فارغ ہو جاؤ۔ اس معنی میں کہ جس ذمّہ داری کو جس حد تک نباہنا ممکن تھا وہ تم نباہ لو۔ اس میں کوئی پہلو کمزوری کا یا کوئی پہلو خامی کا باقی نہ رہ جائے۔ تم اسے مکمل اور اکمل کر لو۔ اور اس کے سارے اجزا نمایاں طور پر نشو و نما پا چکیں تو پھر وہاں ٹھہرنا نہیں کیونکہ زندگی کی کوششوں میں ٹھہراؤ تو موت کے مترادف ہے فرمایا فَانْصَبْ ایک اور دَور شروع ہو گیا۔ پھر اس کے لئے تمہیں انتہائی کوشش کرنی پڑے گی۔

نَصَبَ کے ایک معنے رفعت اور مضبوطی سے قائم کرنے کے ہیں۔ اور ایک معنے (جو فَانْصَبْ اس میں آیا ہے اُس کے معنی ہیں) جہد و اجتہد یعنی پُورا زور لگا کر کام کو کیا۔ اس لئے اگر ہم اس کے مصدری معنے کو لیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پھر ذمّہ داری کا جو اگلا دَور ہے ایک تو وہ رفعت کا دَور ہوگا یعنی ایک بنیاد پہلے بن چکی ہے اب اس کے اُوپر دوسری منزل بنے گی۔ اور دوسرے یہ بتایا کہ دوسری منزل پہلی منزل کی مضبوطی کا باعث ہوگی۔

اس دُنیا کی عمارتیں تو بعض دفعہ دوسری منزل کو برداشت نہیں کرتیں۔ مثلاً کسی عمارت کے متعلق انجینئر سے پوچھیں تو وہ کہہ دیتا ہے کہ اس کی بنیادیں دو منزلہ عمارت کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ بعض دفعہ وہ کہہ دیتا ہے کہ چار منزلیں بن سکتی ہیں پانچویں منزل نہیں بن سکتی۔ پس اس سے پتہ لگا کہ ہر دوسری منزل پہلی منزل کو مضبوط نہیں کرتی بلکہ اس کی کمزوری کا باعث بن جاتی ہے۔ لیکن رُوحانی دنیا میں ہر دوسری منزل پہلی منزل کی مضبوطی اور ارتقاء کا سامان پیدا کرتی ہے۔ فَانْصَبْ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پس

مادّی اور رُوحانی

کاموں میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ رُوحانی لحاظ سے جو دوسری منزل بنتی ہے وہ پہلی منزل کی مضبوطی کا بھی سامان پیدا کرتی ہے۔ اور اسی کی انتہا کو ہم انجام بخیر کہتے ہیں اس لئے کسی انسان یا فرد واحد کی زندگی جو کہ مختلف ادوار سے گزرتی ہے اگر اس کی آخری منزل کمزور ہو تو نچلی ساری منزلیں کمزور ہوں گی۔ اسلئے یہ سمجھا جائے گا کہ اس کا انجام بخیر نہ ہوا۔

غرض اس لحاظ سے بھی مادّی اور رُوحانی تصوّر میں بالکل نمایاں فرق ہے۔ مثلاً مادّی طور پر ایک منزل بنائی جاتی ہے مگر اس پر دوسری منزل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ پہلی منزل مضبوط نہیں ہے۔ یا انجینئر کہتا ہے کہ اس کی بنیاد دو منزلوں کو برداشت کر سکتی ہے۔ اور بنتی ایک منزل ہے یعنی ایک منزل کے بوجھ سے زیادہ برداشت کر سکتی ہے۔ یہ تبھی ممکن ہوگا کہ اس ایک منزل کی شکل میں وہ زیادہ طاقت کی ہوگی۔ لیکن رُوحانی طور پر دوسری منزل کے بغیر پہلی منزل کمزور رہ جاتی ہے۔ اور تیسری منزل کے بغیر

پہلی اور دوسری منزلیں کمزور رہ جاتی ہیں اور آخری منزل تک پہنچ کر تو سارا دیوالیہ ہے کیونکہ اس کا انجام بخیر نہیں ہوتا۔ گویا اللہ تعالےٰ کی انتہائی رضا کے حصول کا جب وقت آیا تو اس وقت اللہ تعالےٰ کی انتہائی ناراضگی مول لے لی۔

پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہاری فطرت کے لحاظ سے مختلف دَور مقرر کئے ہیں۔ اس لئے تم ان میں سے گزر کر اور انتہائی جدوجہد کے بعد آخری منزل تک پہنچ سکتے ہو۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی ہی کو آپ غور سے دیکھیں تو وہاں بھی یہ نظر آتا تھا کہ آپ کے دَور میں بھی مسلمانوں نے آہستہ آہستہ بتدریج ترقی کی۔ وہ آپ کی قوتِ قدسیہ اور تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں منزل بمنزل آگے بڑھتے رہے اور منزل بمنزل بلند ہوتے اور رفعتوں کو حاصل کرتے چلے گئے۔ اور پھر اپنی آخری منزل کو انہوں نے پوری جدوجہد اور کوششوں اور قربانیوں کو انتہا تک پہنچا کر بنایا اور اس طرح ان کا انجام بخیر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہ آواز اُن کے کان میں آئی۔ میرے بندے! میری جنتوں میں داخل ہو جاؤ۔ اس آخری عمارت یا منزل کے بعد جنت نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد جو عمارت ہے وہ تو دھڑام سے دوزخ میں جا گرتی ہے۔ اس لئے اس لحاظ سے یہ بڑے خوف کا مقام ہے۔

غرض اس چھوٹی سی آیت میں

بڑی حکمت کی بات

بیان ہوئی ہے۔ فرمایا کسی دَور میں بھی تمہارے سپرد جو کام کیا جاتے اس دَور کے کام کو فَرَغْتَ کے طور پر کرنا ہے۔ یعنی اس کو تمام کرنا ہے اس کو کامل اور مکمل کرنا ہے۔ اس کے تمام اجزاء کو پورا کرنا ہے۔ لغتِ عربی کے لحاظ سے فَرَغْتَ کے یہی معنی ہیں۔ فرمایا جب کام مکمل ہو جائے تو پھر وہاں بیٹھ نہیں جانا۔ اور یہ نہیں سمجھنا کہ بس جو کام کرنا تھا وہ کر دیا۔ تم جب تک اس دُنیا میں زندہ ہو تمہیں اپنی زندگی کے مختلف اَدوار کی ذمہ داریوں کو نبھانا ہوگا۔ البتہ اس دنیا یعنی اخروی زندگی کی ہم بات نہیں کر سکتے۔ انسان کا تصور یہی ہے کہ وہاں دنیوی قسم کا عمل نہیں ہوگا۔ ویسے وہاں بھی عمل تو ہوگا لیکن یہ عمل امتحان کے طور پر نہیں ہوگا۔ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ جنت میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اس کا شکر ادا نہیں کرے گا؟ شکر ادا کرنا بھی تو آخر ایک عمل ہے یا کیا وہ الحمد للہ نہیں پڑھے گا؟ اگر وہ الحمد للہ پڑھے گا تو یہ بھی ایک عمل ہے۔ اگرچہ وہ الحمد للہ اس سے زیادہ بصیرت کے ساتھ پڑھے گا جتنا اس دنیا میں پڑھتا ہے۔ اس لئے وہ خدا تعالےٰ کے پیار کو اُس سے زیادہ بصیرت کے ساتھ دیکھے گا جتنا وہ اس دنیا میں دیکھ رہا ہے اس لئے اس کی حمد تو اس دنیا کی حمد سے بہتر اور احسن ہوگی۔

غرض جب ہم کہتے ہیں کہ یہ عمل کی دُنیا ہے تو اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ اس عمل کی دُنیا ہے جسے ہم امتحان کہتے ہیں۔ یعنی یہ آزمائش کی دُنیا ہے۔ اس

آزمائش اور امتحان کی دُنیا

کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اگر شیطان سے تمہیں کوڑے بھی لگواؤں تو پھر بھی تم نے میری حمد کرنی ہے۔ اگر تم اس صورت میں بھی میری حمد نہیں کرو گے تب بھی میں تم سے ناراض ہو جاؤں گا۔ اور دوسری طرف اخروی زندگی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہاں لغو بات بھی تمہارے کان میں نہیں پڑے گی۔ گویا وہ دُنیا ہی اَور ہوگی۔ لیکن وہاں بھی ایسا عمل تو بہرحال جاری رہے گا۔ جس کو امتحان نہیں کہا جا سکتا۔ اب مثلاً ایک آزمائش بچے کی یہ ہوتی ہے (اور یہ آزمائش ماں باپ لیتے ہیں۔ مگر جہاں تک اس امتحان یا آزمائش کا سوال ہے) ماں باپ نے اپنے ذہن میں یا اعلانیہ اظہار کیا ہوتا ہے کہ اگر تو فرسٹ ڈویژن میں پاس ہو گیا تو ہم تجھے یہ تحفہ دیں گے۔ یہ بھی آخر ایک عمل اور اس کا نتیجہ ہے نا۔ انہوں نے اپنے بچے کا امتحان لیا۔ یا انہوں نے امتحان کے ساتھ خود کو وابستہ کر دیا۔ اور ایک وہ پیار ہے جو ایک دو تین سال کا چھوٹا بچہ ماں کی گود میں پاتا ہے۔ وہ اپنی ماں کی گردن میں باہیں ڈال کر اس کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔ اس وقت ماں اُسے جو پیار دے رہی ہوتی ہے وہ اگرچہ عمل کا جواب تو ہے مگر کسی امتحانی عمل کا نتیجہ نہیں۔ اور عمل اس لحاظ سے ہے کہ بچہ آتا ہے۔ ماں کی گردن میں باہیں ڈالتا ہے۔ اور پھر بڑے پیار کے ساتھ اپنے گلے کو ماں کے گلے کے ساتھ لگا دیتا ہے۔ ماں اس سے پیار کرتی ہے چنانچہ اسی طرح اس اگلی اُخروی دنیا میں

اللہ تعالےٰ کا پیار

عمل کے ساتھ تو وابستہ ہے لیکن ایسے عمل کے ساتھ وابستہ نہیں ہے جسے ہم امتحان یا آزمائش کہہ سکیں۔

مگر یہاں اس دنیا کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تمہیں باساء اور ضرّاء دیکھنی پڑیں گی یا تم ایسے الفاظ سنو گے جنہیں تم برداشت نہیں کر سکو گے۔ لیکن میری خاطر تمہیں برداشت کرنے پڑیں گے۔ پس امتحان اور آزمائش کے لحاظ سے انسانی زندگی پر مختلف دَور آتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانی جدوجہد کو مختلف اَدوار میں تقسیم کر دیا ہے۔

چنانچہ اس غرض کے لئے اللہ تعالےٰ نے منصوبے بنا دیئے ہیں۔ بعض دینی منصوبے ایسے ہیں جن کا تعلق ایک دن کے ساتھ ہے۔ بعض دینی منصوبے اس قسم کے ہیں جن کا تعلق سال میں ایک مہینے کے ساتھ ہے۔ اب مثلاً نماز ہے اس کا دن کے اوقات کے ساتھ تعلق ہے۔ دن بھی پورا نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ایک دن کی نماز پڑھنی ہے بلکہ فرمایا کہ دن میں پانچ دفعہ لازماً اور چھٹی دفعہ پیار کے جوش میں پڑھنی ہے (دن میں پانچ نمازوں کے بعد رات کو ہم تہجد کی نماز ادا کرتے ہیں۔) یہ گویا دن (۲۴ گھنٹے) کا ایک دَور ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ ایک دن باقاعدہ صبح دوپہر عصر شام اور عشاء اور پھر تہجد کی نماز پڑھ لو اور پھر آرام سے بیٹھ جاؤ یہ کہتے ہوئے کہ ہمارا جو کام تھا وہ ختم ہو گیا۔ فرمایا یہ نہیں۔ تمہارا کام فَرَغْتَ کے مطابق پورا بھی کیا گیا ہو یعنی اس کے ساتھ جو ذیلی چیزیں تھیں ان کو بھی مدنظر رکھا گیا ہو۔ مثلاً تم نے ہر نماز کے ساتھ نفل بھی پڑھے ہوں نمازوں سے پہلے بڑی احتیاط کے ساتھ وضو بھی کیا ہو۔ نمازوں میں خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں بھی کی ہوں۔ پھر رات کو تہجد کی نماز بھی ادا کی ہو۔ اس طرح گویا نماز کے لحاظ سے دن کی ذمہ داری کے سارے اجزاء پورے ہو گئے۔ لیکن اس پر تمہاری ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اگلے دن کی جب پو پھوٹی تو وہ تمہارے لئے نئی ذمہ داریاں لے کر آتی۔ اور مثلاً نمازوں کے لحاظ سے ایک نیا دَور شروع ہو گیا۔

تاہم روزے کے لحاظ سے تو نیا دَور شروع نہیں ہوا۔ اس کے لئے تو آپ کو گیارہ مہینے انتظار کرنا پڑتا ہے۔ پھر ایک مہینہ رمضان کی عبادت کا ہے۔ یہ بھی ایک دوسری قسم کی عبادت کا دَور ہے۔ پھر جب آپ ایک مہینے کا یہ دَور پورا کر لیتے ہیں تو یہ نہیں کہتے کہ اللہ قسم! اب ساری عمر روزے نہیں رکھوں گا۔ کبھی کسی مومن کے دل سے یا اس کی زبان سے یہ آواز نکلی ہے؟ اس لئے نہیں نکلی کہ اُسے پتہ ہے کہ میری

زندگی کا ایک دَور

یا ایسا منصوبہ سال کے ایک مہینے کے ساتھ تعلق رکھتا تھا وہ ختم ہو گیا۔ اب دوسرا منصوبہ اگلے سال کے لئے شروع ہو گیا ہے اس سے ہمیں یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ ہمیں رمضان کے لئے گیارہ مہینے تیاری کرنی چاہیئے پھر اس کا CLIMAX (کلائمیکس) اس کی انتہا اور اس کا انجام رمضان کے مہینے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

پھر حج ہے۔ یہ بھی اصل میں تو ایک دفعہ ساری عمر میں فرض ہوتا ہے گویا ساری زندگی میں ایک دَور اس کا آتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرماتا ہے وہ ایک سے زاید دفعہ بھی حج کرتے ہیں۔

بہرحال عبادت کے لحاظ سے بھی میں جس چیز کو اچھی طرح واضح کر کے بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مختلف دَور ہیں۔ کسی چیز کا دَور ایک دن سے تعلق رکھتا ہے کسی کا ایک سال سے تعلق رکھتا ہے۔ کسی کا ساری عمر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ سال سے تعلق رکھنے والا دَور مثلاً زکوٰۃ بھی ہے۔ اس کا تعلق گو سال کے ختم ہونے سے ہے لیکن خرچ کرنے کے لحاظ سے ایک دَور ایسا آجاتا ہے کہ دو دن کے بعد بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ مثلاً جہاد کے لئے مال دینا۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جو جنگیں لڑی گئی ہیں، ہر جنگ کے وقت یہ اعلان کیا جاتا تھا کہ مالی قربانی دو اور جانی قربانی دو۔ کوئی ایک ہفتہ کے بعد جنگ ہوئی۔ کوئی ایک سال کے بعد جنگ ہوئی۔ کوئی لمبے عرصے کے بعد اور کوئی تھوڑے عرصہ کے بعد جنگ ہوئی۔ یعنی مختلف جنگوں کے درمیان ایک جیسا وقفہ نہیں ہے۔

پھر ایک اَور دَور ہے جو پورے کا پورا

مظلومیت کا دَور

نظر آتا ہے۔ یعنی مکی زندگی کا پورا ایک دَور ہے اور کیونکہ مسلمانوں نے اس دَور میں فَرَغْتَ پر عمل کیا تھا یعنی اس دَور مظلومیت کی زندگی میں عاید ہونے والی ذمہ داریوں کو انہوں نے پورے طور پر ادا کر دیا تھا اُن کا کوئی جزو ایسا نہیں تھا کہ جس کو انہوں نے نظر انداز کر دیا ہو اور ادا نہ کیا ہو۔ غرض انہوں نے اپنی قربانیوں کو مکمل بنا دیا تھا۔ چنانچہ ان کا نتیجہ شاندار کامیابی کی شکل میں نکلا۔ گو اس کامیابی میں بہت ساری اور چیزیں بھی شامل تھیں۔ لیکن اس ایک خطبہ میں ان کی تفصیل بیان نہیں کی جا سکتی۔ لیکن ایک شکل جو بڑی نمایاں تھی وہ یہ تھی کہ مکہ کے ظالم سرداران نے مکہ سے باہر نکل کر جنگ کے ذریعہ اسلام کو مٹانا چاہا تو اپنا سر اور دھڑ چھوڑ کر وہ قوم واپس مکہ کو لوٹی۔ ان کے بڑے بڑے سردار اس

اس جنگ میں مارے گئے تھے جس طرح خواب میں یا کہانیوں میں بے دھڑ کے انسان کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ یعنی بعض دفعہ بغیر سر کے دھڑ چلنا شروع کر دیتا ہے حقیقتاً کفارِ مکہ بغیر دھڑ کے واپس لوٹے۔ اس لئے کہ جس سر نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ مسلمانوں کو قتل کر دیا جائے یا جس دماغ نے اسلام کو مٹانے کے متعلق سوچا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا۔ مگر اسلام ختم نہیں ہوا۔ غرض اس دور میں امتِ محمدیہ نے جبکہ وہ ایک چھوٹی سی امت تھی اور

بڑے نازک دور سے

گزر رہی تھی۔ اس وقت اپنی ذمہ داریوں کو ان کے تمام اجزاء کے ساتھ نباہا اور انتہائی قربانیاں دیں۔

پس واقعہ میں انہوں نے اس حکم پر عمل کیا اور فرغت کی رُو سے ایک دور کی قربانیوں کو انتہا تک پہنچا کر فانصب کے حکم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اگلے دور کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یعنی بدر کی جنگ جس میں پہلے دور کی انتہا اور انجام تھا۔ اور نہایت شاندار انجام تھا۔ اور خدا تعالیٰ کی محبت کا ایک عظیم الشان اظہار تھا اس وقت گویا ایک دور ختم ہوا۔ اگلا حکم کیا ہے؟ آرام سے بیٹھو اور سو جاؤ تمہیں مزید قربانیاں دینے کی ضرورت نہیں؟ فرمایا فانصب ایک نیا دور شروع ہو گیا ہے۔ اس دور میں بھی انتہائی جد و جہد کرنی پڑے گی اور جہاد سے کام لینا پڑے گا۔ اور رفعتوں اور مضبوطی کے سامانوں کے لئے کوشش کرنی پڑے گی۔ غرض اسی طرح امتِ محمدیہ کی فردی اور اجتماعی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ پہلے دور کے بعد دوسرا پھر تیسرا پھر چوتھا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ لیکن جس وقت امتِ محمدیہ نے فرغت پر عمل کیا لیکن فانصب پر عمل نہیں کیا۔ وہ سمجھے کہ ہم ساری دنیا کے حاکم بن گئے۔ اب ہمیں فانصب پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے تو تباہ ہو گئے مثلاً سپین اسلامی سلطنت کا ایک حصہ تھا اور اس پر

مسلمان حکومت کرتے تھے

گو کجا یہ کہ طارق کی فوج بارہ ہزار کے قریب تھی اور اس نے سپین میں جا کر ایک لحاظ سے سارے یورپ سے ٹکر لی۔ اور انتہائی قربانی دی۔ وہاں سمندر کے ساحل پر کشتیاں بھی جلائی گئی تھیں وہاں خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت کے شعلے بھڑک رہے تھے انہوں نے کہا تھا کہ یہ دنیوی قربانیاں کیا چیز ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی محبت کے شعلوں میں ہر چیز کو جلا دیتے ہیں تاکہ ہمیں اس کے پیار کی ٹھنڈک ملے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پیار کی ٹھنڈک پہنچائی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی مٹھی بھر فوج کے سامنے

عیسائی فوج نہیں ٹھہری اور وہ شکست کھا گئی حالانکہ سارے یورپ والے مسلمانوں کو مٹانے کے لئے اکٹھے ہو گئے تھے۔ خود سپین کے عیسائی بادشاہ کے پاس بے تحاشا فوج تھی اسی طرح ترکی کی طرف سے مسلمان پولینڈ تک چلے گئے۔

چنانچہ اس دور میں جب فرغت کے ساتھ ساتھ فانصب پر بھی عمل ہو رہا تھا ہر وہ طاقت جس نے مسلمانوں سے ٹکر لی ناکام ہو گئی۔ اور ہر وہ دشمن جس نے اسلام کو مٹانے کی کوشش کی ہلاک ہو گیا۔

پھر مسلمانوں پر ایک وقت ایسا آیا کہ جب انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب ساری دنیا ہمیں مل گئی۔ ہم نے اجتماعی زندگی میں جو کام کرنا تھا وہ کر لیا اس لئے اب ہمیں قربانیاں دینے کی ضرورت نہیں رہی۔ حالانکہ یہ نہیں سوچا کہ

امتِ محمدیہ کی اجتماعی زندگی

تو قیامت تک ممتد ہے۔ قیامت سے پہلے تو امتِ محمدیہ کی اجتماعی زندگی ختم نہیں ہوتی اس واسطے امتِ محمدیہ کی اجتماعی زندگی پر کوئی ایسا مقام نہیں جب انسان یہ سمجھے کہ فاِذا فرغت پر پورا اترنے کے بعد فانصب کا حکم نہیں رہا۔ بلکہ اس آیت کی رُو سے قیامت تک ایک دور کے بعد دوسرا دور شروع ہو گا۔ ایک نسل کے بعد دوسری نسل کو قربانیاں دینی پڑیں گی۔

بہرحال جب بھی مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ انہوں نے اپنے دور میں قربانیوں کے ہر جزو کو مکمل کر دیا۔ اب انہیں مزید قربانیاں دینے کی کیا ضرورت ہے تو وہ ہلاک ہو گئے۔ مگر یہ ہلاکت دنیوی طور پر ہے روحانی لحاظ سے اس لئے نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ فیج اعوج کے زمانے میں بھی امتِ محمدیہ میں اولیاء اس کثرت سے تھے کہ جس طرح

سمندر میں پانی کے قطرے

ہوتے ہیں لیکن وہ امتِ محمدیہ کے کچھ فرد تھے یا وہ کچھ حصے تھے یا وہ کچھ ٹولیاں تھیں۔ ساری امتِ محمدیہ تو ایسی نہیں تھی جس طرح چراغ جلتے ہیں اور تھوڑی سی جگہ کو روشن کر دیتے ہیں یہی ان کا حال تھا مگر ساری امت یا ساری قوم پر جو ذمہ داری تھی، اس سے صرف پاکستان کے مسلمان یا افریقہ کے مسلمان یا مصر کے مسلمان یا عراق کے مسلمان یا عرب کے مسلمان یا شام کے مسلمان یا ایران وغیرہ کے مسلمان مراد نہیں بلکہ ساری امت پر جو ذمہ داریاں عاید ہوتی تھیں انہیں نباہا نہیں گیا۔ چنانچہ اسلامی تاریخ میں ایک وقت ایسا بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ جب مسلمانوں نے فاِذا فرغت کے بعد فانصب کا خیال نہیں رکھا۔ جب ایک دور ختم ہوا تو انہوں نے دوسرے

دور کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ نہیں کی۔

پس اگر امتِ محمدیہ نے یا جماعتِ احمدیہ نے ترقی کرنی ہے تو ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو سبق ہمیں اس چھوٹی سی آیت میں سکھائے گئے ہیں ہم ان کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور اس کے مطابق ہم ہر دور کی قربانیوں کو کمال تک پہنچانے کے بعد نئے دور کی

ذمہ داریوں کو نباہنے کے لئے

انتہائی جد و جہد اور پوری کوشش کرنی شروع کر دیں پھر ہم آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ خدا نہ کرے کہ ہم پہلے لوگوں کے انجام سے سبق نہ لیں اور جو ان پر گزری تھی خدا نہ کرے کہ وہی ہم پر بھی گزرے۔ خدا نہ کرے کہ کبھی ایسا ہو۔

ایک چھوٹی سی بات جو آج میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں اور جس کی طرف میں جماعت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ غلبۂ اسلام کے لئے ہماری جو عظیم جد و جہد اور عظیم مہم ہے اس کا بھی ایک دور ہے جس میں جانی اور مالی قربانیاں پیش کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ یہ اتنا عظیم الشان کام ہے کہ بعض کمزور دل اور کمزور ایمان آدمی ڈر جائیں گے۔ وہ سمجھیں گے کہ یہ اتنا بڑا کام ہے۔ یہ کیسے انجام پائے گا۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلہ میں جتنا کام اس وقت تک ہو چکا ہے وہ بھی "کیسے ہو سکنے والا" سوال تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دعوےٰ کیا تو قبل اس کے کہ کوئی ایک شخص بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا دو سو علماء نے آپ پر کفر کے فتوے لگا دئے۔ آپ کی محفل میں دو سو علماء کے کفر کے فتوے تو پہنچے لیکن کوئی احمدی نہیں تھا کیونکہ ابھی آپ نے بیعت لینی شروع نہیں کی تھی۔ لیکن آج دیکھو وہ اکیلی آواز، وہ خدا اور اس کے رسول کے پیار سے لبریز آواز ساری دنیا میں چکر لگا رہی ہے

پس جو کچھ ہو چکا ہے وہ بھی دراصل ایک معجزہ ہے۔ اس لئے جب ہم ایک معجزہ دیکھ چکے ہیں تو ہم آئندہ ظاہر ہونے والے معجزوں سے مایوس کیوں ہوں؟ خدا تعالیٰ وہ بھی ضرور دکھائے گا۔ البتہ ضرورت اس بات کے سمجھنے کی ہے کہ جب امتِ محمدیہ نے یا جماعتِ احمدیہ نے اس سے پہلے اپنی ذمہ داریوں کو نباہا ہے تو پھر ہم اپنی ان ذمہ داریوں کے نباہنے سے کیوں انکار کریں جو

آئندہ نئے دور میں

ہم پر پڑنے والی ہیں۔

میں نے بتایا ہے کہ انسانی زندگی میں چھوٹا بڑا دور آتا رہتا ہے۔ ہمارا ایک دور مالی سال پر مشتمل ہے وہ اب ختم ہو رہا ہے

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں ہر سال کے پورا ہونے پر فرغت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ یعنی جب ذمہ داری پوری ہو گئی سارے اجزا کے مطابق ذمہ داری نباہ لی تو پھر اس کے ساتھ لگتا ہوا دوسرا دور جو ہے اس کے متعلق یہ حکم ہے

فانصب

یعنی ہر دور کے اختتام پر فرغت والی کیفیت پیدا ہونی چاہیئے۔ اور ہر دور کے آخر پر جو اگلے دور کی ابتدا ہے اس کے لئے فانصب کا حکم ہے۔ کہ اس میں پہلے سے بھی زیادہ زور لگانا چاہیئے۔

چنانچہ جب ہمارا پچھلا مالی سال ختم ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت جماعت پر یہ بڑا فضل کیا تھا کہ جو ہمارا بجٹ تھا احباب نے اس سے کہیں زیادہ چندے دئے تھے۔ اب جو بچے ہیں یا جو لوگ جماعت کے اندر نئے داخل ہونے والے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ صرف مالی قربانی دے دی۔ یہ صحیح نہیں ہے اس لئے

ہماری جماعت کے علماء کو چاہیئے

کہ وہ ہمیشہ دو چیزوں کو جماعت کے سامنے پیش کیا کریں۔ ایک یہ کہ جماعت نے ہر مالی سال کے شروع میں ایک اندازہ لگا کر مثلاً اتنی ہماری مالی طاقت ہے اس کے مطابق جتنا منصوبہ بنایا یعنی بجٹ تیار کیا تھا اس سے زیادہ انہوں نے مالی قربانیاں دیں اور دوسرے یہ کہ ان مالی قربانیوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے جتنے پیار کی وہ توقع رکھتے تھے اس سے کہیں زیادہ پیار اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اب جو مالی سال ہے جو اب گزر رہا ہے اس کے شروع میں بھی ہم نے یہ عہد کیا تھا کہ ہم اس سال کے اندر فانصب کے حکم پر عمل کریں گے اور

پہلے سے زیادہ جد و جہد

کریں گے اور اس سال یا اس دور کو جو اس کے انتہا یعنی کمال تک پہنچایا گیا ہے۔ یہ مالی سال کے دور میں صرف دو مہینے باقی رہ گئے ہیں۔ ویسے یہ درست ہے کہ دنیوی لحاظ سے یہ بڑی پریشانیوں کے دن رہے۔ تاجروں کے لئے بھی پریشانی ہے زمینداروں کے لئے بھی پریشانی ہے۔ علاوہ ازیں بعض لوگوں کو اپنے علاقوں سے اٹھنا پڑا ہے اس لئے ملکی اقتصادیات پر بڑا برا اثر پڑا ہے۔ لیکن کیا اقتصادی دنیا کے بحران ہمارے عزم اور ہمارے ارادوں پر برا اثر ڈال سکے؟ ایک مومن تو اقتصادی بحران کی کبھی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ اسے پتہ ہوتا ہے کہ امتحانات "ابتلاء" ملا پر نازل ہوتی ہیں یا ہم خود ہی

اپنے لئے بلائیں پیدا کر لیتے ہیں

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی

حاصل کرنے کے لئے ہمارا تکلیف اٹھانا یا قربانیاں دینا یا خود کو تکلیف میں ڈالنا اس لئے ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے۔

پس دنیا کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے اقتصادی بحران جماعت احمدیہ کی قربانیوں میں کبھی روک نہیں بن سکتے۔ اس واسطے تم ان دو مہینوں کے اندر خدا کی راہ میں قربانیاں دو گے تو دنیوی دولت کے لحاظ سے غریب نہیں ہو جاؤ گے۔ کیونکہ جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ میں پیسے دیتا ہے غریب نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ مالدار ہو جاتا ہے۔ تم نے دنیا کو یہ بتانا ہے کہ ہمیں اپنے رب کی طرف سے جو پیار ملا ہے ہم اس کی قدر کرتے ہیں کیونکہ ہم

اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے

ہیں۔

غرض ہمیں اپنے عمل سے یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ دنیا میں اقتصادی بحران آئیں، دنیا میں حوادث کی شکل میں طوفان برپا ہوں، باد و باراں میں طغیانیاں آئیں یا خشک سالی ہو۔ دنیا میں خواہ کچھ بھی ہوتا رہے ہمارے عزم اور ہمارے ارادے اور ہماری قربانیوں میں کوئی رخنہ اور کوئی نقص پیدا نہیں ہوگا ہم پہلے سے زیادہ آگے بڑھیں گے کیونکہ ہمیں نے بتایا ہے کہ نصب العین خالی نئے سرے پورے جوش کے ساتھ جد و جہد اور جہاد کرنا نہیں بلکہ یہ سب کچھ اس نیت سے کرنا ہے کہ

پہلی منزل زیادہ مستحکم ہو جائے

اور اس کے اندر اور بھی زیادہ ثبات پیدا ہو جائے اور اسے اور بھی زیادہ رفعت حاصل ہو اس طرح ہم اوپر سے اوپر نکلتے چلے جائیں گے اور خدا تعالیٰ سے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں اس بنیادی اصول کو سمجھنے اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو سدھارنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ؂

۔ درخواست دعا ۔

خاکسار اور خاکسار کا چھوٹا بھائی عزیز نعیم احمد اسمالی بی اے سیکنڈ ایر کا امتحان .R. P. D کالج آف بڈگام سے دے رہے ہیں اور میری چھوٹی بہن امۃ القدوس شاہین میٹرک کا امتحان دے رہی ہے۔ احباب کرام ہم سب کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار بشیر احمد ابن محمد عبد الکریم صاحب نور دیو درگ

اُمتِ مُسلمہ کی یہ شاندار خصوصیت ہے کہ اس میں مسلمان عورت مرد سے پیچھے نہیں ہے

مغربی افریقہ کے دورہ سے واپسی پر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ و دیگر اداروں کے سپاسناموں کے جواب میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ایمان افروز خطاب

فرمودہ ۱۲ ر فتح ۱۳۴۹ ہش مطابق ۱۲ ر دسمبر ۱۹۷۰ء

اُمتِ مُسلمہ کی بے مثال خصوصیت

اُمتِ مسلمہ کی یہ ایسی خصوصیت ہے جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی کہ جب وہ بیدار ہو اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والی ہو جیسا کہ پہلی تین صدیوں میں ہوا اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے اب یہ شروع ہو چکا ہے یہ امتِ مسلمہ کی ایسی خصوصیت ہے جس میں دوسری اقوام نے آدم سے لے کر آج تک اُمتِ محمدیہ کا مقابلہ نہیں کیا اور نہ کر سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ عورت مردوں سے نہیں اور مرد عورتوں سے پیچھے نہیں

یرموک کے میدان میں حضرت ابو عبیدہؓ جو اُس وقت مسلمانوں کے جرنیل اور سپہ سالار تھے انہوں نے حضرت خالدؓ بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم مردوں کی صفیں درست کرو میں عورتوں کو جا کر نصیحت کرتا ہوں۔ اُس وقت عورت مرد دونوں میدانِ جنگ میں جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ اپنے کام میں لگے ہوئے تھے اور سپہ سالار رات کا قریباً سارا وقت مختلف فوجی گروہوں کے پیچھے خیموں میں پھرتے رہے جن میں عورتیں قیام پذیر تھیں۔ انہوں نے عورتوں کو یہ بات سمجھائی کہ دیکھو تم خیموں میں ہو۔ جنگ ہوگی ہماری تعداد تھوڑی ہے اور قیصر کی فوجوں کی تعداد بہت زیادہ ہے (تاریخ کی کتب میں اختلاف ہے لیکن) عام اندازہ یہ ہے کہ اڑھائی لاکھ فوج قیصر کی تھی اور قریباً چالیس ہزار کی فوج مسلمانوں کی تھی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنی بہنوں سے کہا کہ مسلمان بھاگے گا تو نہیں یہ تو مجھے پتہ ہے لیکن جو تعداد کا فرق ہے وہ ان کو دبانے اور دھکیلتے ہوئے پیچھے لے آئے گا۔ پس جس وقت وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے تمہارے خیموں کے پاس پہنچیں تو اپنے خیموں کے ڈنڈے پکڑ لینا۔ اگر گھوڑ سوار مسلمان ہوں تو ان کے گھوڑوں کے منہ پر جا کے مارو اور اگر پیدل فوج کے سپاہی ہوں تو تم ان کو ڈنڈے مارو اور کہو کہ تمہیں شرم نہیں آتی تم پیچھے آ گئے ہو۔

اگلے دنوں میں وہی ہوا جو ان کا خیال تھا۔ قیصرِ روم کی فوجوں نے پہلے دائیں سے اور پھر بائیں طرف سے اور پھر درمیان سے حملے کئے اور ایک دن ایسا زبردست حملہ کیا کہ سارے محاذ پر مسلمان پیچھے ہٹتے رہے اور تین چار دن یہ واقعہ ہوتا رہا۔

پہلے جب دائیں طرف سے مسلمان پیچھے ہٹے تو مسلمان عورتیں خیموں کے ڈنڈے اٹھا کر ان پر جا پڑیں اور کہا کہ تم بے غیرت ہو کیوں پیچھے ہٹ رہے ہو۔ یہی حال بائیں طرف کی فوج سے ہوا اور یہی درمیان کی فوج سے ہوا۔ اور پھر آخری دن اتنا زبردست حملہ تھا کہ ساری مسلمان فوج پیچھے ہٹ رہی تھی

مسلمان عورتوں کی غیر معمولی بہادری

ہندہ، جو ایک وقت میں مسلمانوں کی بڑی دشمن تھی آگے بڑھی اور اس نے ابوسفیانؓ کے سر پر ڈنڈا مارا اور کہا مسلمانوں کے خلاف تو بہادر بنے ہوئے تھے لیکن آج جبکہ تمہارا سینہ نورِ اسلام سے منور ہو گیا ہے تم پیچھے ہٹ رہے ہو۔ عورتوں کو یہ سکھایا گیا تھا کہ جب پیچھے ہٹنے والے ابھی دور ہی ہوں تو ان کے اوپر پتھر مارنا۔ پھر اس کے بعد ان کو خیموں کے ڈنڈے مارنا۔ پس وہ ان کو مار مار کر واپس کر دیتیں۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک مسلمان نے کہا کہ رومیوں کے سامنے جانا اتنا خطرناک نہیں ہے جتنا اپنی عورتوں کا سامنا کرنا ہے پھر جب کہ ایک وقت میں بائیں طرف مسلمانوں کی تعداد کم تھی تو بڑی ابتری پیدا ہوئی۔ اُس وقت کوئی خیموں کے ڈنڈے لے کر اور کوئی تلواریں لے کر، غرض جو کسی کے ہاتھ میں آیا وہ مردوں کے پہلو بہ پہلو کھڑی ہو گئیں اور لڑنا شروع کر دیا۔

اس موقع پر خولہؓ کو دشمن کی تلوار لگی (جن کا ذکر میں اس سے پہلے خواتین کے ایک اجتماع میں کر چکا ہوں۔) اور اللہ نے فضل کیا کہ وہ مریں نہیں بلکہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ لوگ سمجھے کہ شہید ہو گئی ہیں۔ ان کے بھائی ضرارؓ کو پتہ لگا اور جب ذرا فوج سنبھلی تو وہ وہاں آئے اور دیکھا کہ وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی ہیں۔ اس وقت ان کو ہوش آ گئی تھی۔ انہوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ تم جا کر اپنا کام کرو ہم اپنا کام کر رہی ہیں!

یہ تو میں نے ایک مثال دی ہے جس پہلو سے بھی آپ دیکھیں مسلمان عورت مرد سے پیچھے نظر نہیں آتی بلکہ پہلو بہ پہلو کھڑی ہے اسی وجہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث مسلمان مرد بنے وہاں اسلام میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث ہماری بہنیں اور ہماری مائیں اور ہماری بیویاں بھی بنیں۔ یہ تین رشتے ہماری دوسری صنف کے ساتھ زیادہ ہیں۔

احمدی مستورات میں قربانی کا جذبہ

وہی زمانہ اب آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے ولا فخر۔ کبر اور غرور تو دل میں پیدا نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ ہمارے پیارے اللہ کو یہ پسند نہیں ہے۔ لیکن اُس کے فضلوں پر حمد کرنا ہمارا کام ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی ادائیگی کے لئے ہی میں یہ بات کر رہا ہوں۔ الحمدُ للہِ رَبِّ العالمین ہر وقت پڑھنا چاہیئے۔ اور شکر کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہمیں یہ مواقع بہم پہنچائے ہیں۔ اور توفیق عطا کی ہے کہ ہم اس کی راہ میں قربانی کے بعد قربانی دیتے چلے جائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری جماعت کی خواتین کو اسلام کی اشاعت اور سربلندی کے لئے اپنا معیار اور بھی اونچا لے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؂

درخواستہائے دُعا

۱۔ خاکسار کے فرزندان عزیزان سید جاوید انور اور سید پرویز افضل علی انسٹیٹیوٹ میکنیکل انجینئر کے ڈپلومہ کورس کا فائنل امتحان۔ اور ہائر سیکنڈری کورس کا فائنل امتحان ماہ مئی اور اپریل میں دینے والے ہیں۔ احباب جماعت بزرگانِ کرام اور درویشانِ عظام سے درخواست ہے کہ دونوں بچوں کی نمایاں کامیابی کے لئے دعا فرمائی جائے۔

خاکسار سید حمید الدین صدر جماعت جمشید پور

۲۔ میرا بیٹا عزیز عبد الرشید بدر اور عزیز حمید احمد ناصر ابن مولوی محمد عبد اللہ صاحب درویش پری میڈیکل کا امتحان دے رہے ہیں۔ دونوں کی اعلیٰ کامیابی کیلئے درخواستِ دعا ہے۔ ایڈیٹر بدر

اِنسان کی بنیادی ضروریات اسلام کی روشنی میں

تقریر مکرم مولوی شریف احمد صاحب فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی بر موقعہ جلسہ سالانہ فروری ۱۹۷۲ء

(آخری قسط)

آزادیٔ مذہب اور آزادیٔ ضمیر

اسلام نے ہر شخص کو خواہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو آزادیٔ ضمیر آزادیٔ خیال اور آزادیٔ مذہب و عبادت عطا فرمائی۔ اور مذہبی دُنیا میں رواداری کی تعلیم کو پیش کیا۔ اور یہی صحیح فطرتی طریق ہے۔ مذہب کا تعلق دل سے ہے۔ جبر و تشدد سے کسی شخص کے جسم اور زبان پر تو قابو پایا جا سکتا ہے دل پر نہیں۔ جبر و تشدد کے نتیجہ میں کسی کو منافق تو بنایا جا سکتا ہے حقیقی مومن نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

(ا) لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ (البقرہ ع ۳۴)

(ب) قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ (کہف ع ۴)

(ج) لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ (الکافرون)

کہ دین و مذہب کے بارے میں کسی پر جبر و تشدد کی اجازت نہیں۔ حق اور باطل واضح ہیں۔ جس کا دل چاہے وہ ایمان لائے اور جس کا دل چاہے وہ انکار کرے اور ہر شخص کو اپنے دین و مذہب پر چلنے اور عمل کرنے کی آزادی ہے (کوئی شخص بھی اپنا عقیدہ یا طریقِ عبادت دوسرے پر زبردستی نہیں ٹھونس سکتا)

یُو۔ این۔ او کا منشورِ حقوقِ انسانی

ہمارا دل خوشی سے جھوم اٹھتا ہے کہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام نے مساواتِ انسانی اور آزادیٔ ضمیر و مذہب کے بارہ میں آج سے چودہ سو سال قبل عرب کے صحرا میں جو تعلیم پیش کی تھی جس کو رنگ و نسل کے امتیاز کے متوالوں نے اور اقتدار و دولت کے نشہ میں سرشار لوگوں نے ابتداء میں حقارت سے ٹھکرا دیا تھا آج صدیوں کی ٹھوکریں کھانے کے بعد دنیا کے مدبرین نے "انسانی حقوق" کے انہی زرین اصولوں کو اپنایا ہے۔ اگر آپ یُو۔ این۔ او (جو اس وقت دنیا کے ممالک کا سب سے بڑا سیاسی ادارہ ہے) کے "منشورِ حقوقِ انسانی"

Human Rights Charter

جو ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو منظور کیا گیا، کی دفعات کا مطالعہ کریں تو آپ کو وہ اسلامی تعلیمات کا ہی چربہ معلوم ہوگا۔ میں مثالاً اس وقت اس منشور کی صرف تین دفعات دفعہ ۱ ۲ ۱۸ کو پیش کرتا ہوں:۔

Art-1 :- All human beings are born free and equal in dignity and rights. They are endowed with reason and conscience and should act towards one another in a spirit of brotherhood.

Art 2 :- Every one is entitled to all the rights and freedoms set forth in the Declaration without distinction of any kind, such as race, colour, sex, language, religion, political or other opinion, natural or social origin, property, birth or other status.

Art 18 :- Everyone has the right to freedom of thought, conscience and religion. This right include freedum to change his religion or belief and freedom either alone or in community with others and in public or private to manifest his religion or belief in teaching, practice, worship and observance.

دفعہ ۱۔ تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں اور ان کو اپنے مقام و حیثیت اور حقوق کے حصول میں مساوات حاصل ہے۔ چونکہ ان کو عقل و سمجھ اور ضمیر سے نوازا گیا ہے اس لئے ان کو آپس میں اخوت کے جذبہ کے ماتحت ایک دوسرے سے سلوک کرنا چاہیئے۔

دفعہ ۲۔ ہر شخص کو بغیر کسی امتیاز کے ان حقوق و مراعات اور آزادی کا حق حاصل ہے جس کا اس منشور میں ذکر کیا گیا ہے۔ خواہ وہ کسی نسل۔ رنگ۔ صنف۔ زبان اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ خواہ وہ کسی سیاسی یا کسی اور نظریہ کا حامل ہو۔ کسی کو بھی ایک دوسرے پر کوئی طبعی سوشل۔ وطنیت۔ جائداد۔ پیدائش (یعنی نسل کے اعتبار سے) یا کسی اور قسم کا امتیاز حاصل نہ ہوگا۔

دفعہ ۱۸۔ ہر شخص کو آزادیٔ خیال، آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ مذہب حاصل ہوگی۔ اسی حق میں یہ امر شامل ہے کہ انسان اپنے مذہب اور عقیدہ کو بھی تبدیل کر سکتا ہے۔ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔ نیز ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب اور عقیدہ کے موافق پرائیویٹ طور پر یا پبلک میں عبادت کرے۔ اس کے اصولوں پر عمل کرے اور اس کی تعلیم کی تبلیغ و اشاعت کرے

یُو این او کا یہ "منشورِ حقوقِ انسانی" کیا ہے؟ اسلامی تعلیمات کی عظمت و برتری کا اقرار۔ گردشِ زمانہ نے دنیا کے مدبرین اور سیاستدانوں کو مجبور کیا کہ اگر وہ دنیا میں امن چاہتے ہیں تو ہر انسان کو خواہ وہ کسی رنگ و نسل، ملک و قوم اور مذہب و ملت کا ہو انسان سمجھیں۔ اسے انسانیت اور مساوات و اخوت کے حقوق دیں۔ اس کو آزادیٔ خیال، آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ مذہب دیں۔ یہی وہ اسلامی تعلیمات تھیں جن کو چودہ سو سال قبل اسلام نے پیش کیا تھا اور آج اقوامِ عالم نے ان تعلیمات کو اپنے منظور کردہ "حقوقِ انسانی کے منشور" میں جگہ دی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

اسلام کی قابلِ تحسین ضمانت

اسلام نے تو انسانیت کی عزت و بقا کے لئے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ اور ایک قابلِ تحسین ضمانت دی ہے۔ محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ میں اعلان فرمایا:۔

اِنَّ دِمَاءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا

(بخاری شریف)

کہ دیکھو! جس طرح تم اس شہر، ذوالحجہ کے مہینے اور قربانی کے دن کی عزت و حرمت کا خیال رکھتے ہو اسی طرح تم پر فرض ہے کہ ایک دوسرے کے خون، مال اور عزت کی حرمت کا بھی خیال رکھو یعنی بلا وجہ از راہِ ظلم کسی کا خون بہانا ناجائز ہے۔ کسی کے مال کو برباد کرنا یا اس پر تصرف و قبضہ کرنا ناجائز ہے اور کسی کی عزت و ناموس پر حملہ کرنا ناجائز و حرام ہے۔ پس اس فرمانِ مصطفوی میں ہر شخص کو اس کی جان مال اور عزت کی حفاظت و سلامتی کی ضمانت دی گئی ہے۔ یہ ارشادِ نبوی انسانیت کی حقیقی آزادی کے احترام اور امنِ عالم کے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے جس پر اسلام کو بجا طور پر فخر و ناز ہے۔

اسلام اور انسان کی بنیادی ضروریات

اس امر کا ذکر ہو چکا ہے کہ انسان کی زندگی اور بقاء کے لئے مندرجہ ذیل چار چیزوں کی ضرورت ہے

۱۔ غذا ۲۔ پانی ۳۔ لباس ۴۔ رہائش

چونکہ مذہب اسلام ایک کامل اور عالمگیر مذہب ہے اور مکمل ضابطۂ حیات ہے اس لئے اس نے انسان کی بنیادی ضروریات کے بارہ میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ آدم علیہ السلام کا جو انسانی تہذیب و تمدن کے بانی تھے ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو سب سے پہلے یہ تعلیم دی

اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْھَا وَلَا تَعْرٰی وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْھَا وَلَا تَضْحٰی

(طٰہٰ ع ۷)

یعنی جس تمدن کی بنیاد تیرے ذریعہ ڈالی جا رہی ہے اس کا اصول یہ ہے کہ ایسا ہو کہ اس میں تو بھوکا نہ رہے اور نہ تو ننگا رہے اور نہ تو پیاسا رہے اور نہ دھوپ میں جلے۔ یعنی تو اس جنتِ ارضی میں خود اپنے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے کھانے پینے کی اشیاء کا انتظام کرے تاکہ بھوک و پیاس دور ہو اور ستر پوشی کے لئے مناسب لباس کا انتظام کرے اور دھوپ وغیرہ سے بچنے کے لئے کسی پناہ گاہ یعنی مکان کا انتظام کرے۔

قرآن مجید کے اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نسلِ انسانی کی ابتداء میں ہی ایسے تمدن کے قیام کی بنیاد رکھی گئی جس میں انسان کی بنیادی ضروریات غذا۔ پانی۔ لباس اور مکان کا انتظام ہو سکے۔ آج کی ترقی یافتہ دُنیا میں جن اشیاء کو "انسان کی بنیادی ضروریات" قرار دیا جاتا ہے اور ان کے حصول کے لئے مختلف تحاریک اور ازموں کی بنیاد پڑ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی کی ابتداء سے ہی ان ضرورتوں کو "بنیادی ضروریات" قرار دیا۔ اور آدم علیہ السلام کو ایسی تعلیم دی جس کی وجہ سے ان بنیادی ضرورتوں کے پورا کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

ضروریاتِ زندگی مہیا کرنا حکومت کا فرض ہے

موجودہ سیاسی اور مادی تحریکوں میں سے کمیونزم نے مذہب اور خدا کا انکار کر کے مذکورہ بالا انسانی ضروریات کو مہیا کرنا اپنا نصب العین اور اپنے پروگرام کی انتہا قرار دیا ہے۔ مگر اس کے برعکس اسلام ان بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنا اپنی پہلی سیڑھی قرار دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے حقوق العباد سے اوپر روحانی ترقی تعلق باللہ کو آخری منزل قرار دیا [illegible]

آج سے چودہ سو سال قبل نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے بنیادی حقوق اور اس کی بنیادی ضرورتوں کو ان الفاظ میں تسلیم فرمایا:-

لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هٰذِهِ الْخِصَالِ: بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۸ ابواب الزہد)

کہ انسان کو یہ حقوق حاصل ہیں

۱- مکان جس میں وہ رہے

۲- اس کے تن بدن کو ڈھانپنے کے لئے لباس ہو۔

۳-۴- اس کا پیٹ بھرنے اور پیاس بجھانے کے لئے روٹی اور پانی ہو۔

چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جس اسلامی تمدن کی بنیاد رکھی گئی اس میں انسان کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کا عملی اقدام کیا گیا۔ حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کے عہد خلافت میں اس نظام تمدن کو اور بھی زیادہ مستحکم بنایا گیا۔

پس اگر کمیونزم یہ ہے کہ انسان کی صرف بنیادی ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔ مذہب کا انکار کر دیا جائے۔ یعنی انسان کی صرف مادی ضرورتوں کو ملحوظ رکھا جائے اور روحانی ضرورتوں اور تقاضوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ نظام نامکمل ہے۔ مگر اس کے برعکس اسلام کا نظام ہر پہلو سے مکمل ہے کہ وہ حقوق العباد یعنی انسان کی مادی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ یعنی روح کے تقاضوں کو بھی پورا کرتا ہے جس کے نتیجہ میں تعلق باللہ اور محبت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

تعلیم و تعلّم اور حفظانِ صحت

قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے کہ انسان احسن تقویم میں پیدا ہوا ہے۔ یعنی بہترین قوتوں اور صلاحیتوں کا مالک ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسے عقل و فکر سے نوازا ہے۔ ان قوتوں کو جلا اور ترقی دینے والی چیز علم ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ا- طلب العلم فریضۃ علٰی کل مسلم ومسلمۃ

ب- اطلبوا العلم ولو کان بالصین

کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر لازم ہے۔ علم حاصل کرو خواہ اس کے حاصل کرنے کے لئے دور دراز ممالک خواہ چین کا سفر اختیار کرنا پڑے۔ صحابہ کرامؓ نے ان ارشادات کی تعمیل میں تعلیم و تعلم کی طرف خوب توجہ دی۔ اپنی اولادوں کی اعلیٰ درجہ کی تربیت کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عرب کے یہ اُمّی و اَن پڑھ دنیا کے معلم و مربی بن گئے۔ اور انہوں نے دنیا پر علوم کے دروازے کھول دیئے۔ اور ہر فن میں کمال و یکتائی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اسلامی حکومتوں نے بھی علوم و فنون کی خوب سرپرستی کی۔ آج کے سائنسدان، حساب دان، فلاسفر، علم نجوم و ہیئت کے ماہر اور اطباء وغیرہ اپنے مسلم قدماء و فضلاء کے علوم و فنون کے خوشہ چین نظر آتے ہیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں

حفظانِ صحت اور علاج معالجہ کے بارہ میں بھی اسلامی تعلیمات میں رہنمائی موجود ہے حلال و حرام کا بیان یعنی یہ اشیاء کھاؤ اور یہ استعمال نہ کرو باریک حکمتوں پر مبنی ہے جس کے دور رس نتائج انسان کی صحت و اخلاق و کردار پر پڑتے ہیں۔ آدابِ غسل و نظافت کا احادیث میں تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ ارشادِ نبوی صلعم "لکلّ داءٍ دواء" علاج معالجہ کے فن میں کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔

بہرحال اسلام نے اگر ایک طرف افراد کو توجہ دلائی کہ وہ علم کو حاصل کریں صحت اور حفظانِ صحت کے اصولوں کی طرف توجہ دیں۔ علاج معالجہ کریں۔ تو دوسری طرف حکومت کے ذمہ داراکان کا فرض قرار دیا۔ کہ وہ اپنی رعایا کے لئے تعلیم و تعلّم کا انتظام کریں۔ اور ان کی صحتوں کا خیال رکھیں۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد جب وہاں اسلامی حکومت کی داغ بیل پڑی تو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن پڑھ صحابہ کرامؓ کی تعلیم کا اہتمام فرمایا۔ نئی پود اور نئی نسل کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی اسی طرح بیماروں کی عیادت و خبر گیری خود حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کو مریضوں کی بیمار پرسی کی طرف توجہ دلاتے غرباء و مساکین کی خود امداد فرماتے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اُسوۂ حسنہ سے رہنمائی فرما دی۔ کہ اسلامی حکومتوں اور ان کے سربراہوں کے "انسان کی بنیادی ضروریات" سے متعلق کیا فرائض ہیں۔

حکومت و رعایا کے باہمی تعلقات

قرآن مجید کی سورۂ فاتحہ میں بادشاہوں کے بادشاہ احکم الحاکمین اور خالق کون و مکان کی چار صفات کا ذکر ہے۔ کہ وہ

۱- رب العالمین ۲- رحمٰن

۳- رحیم ۴- مالک یوم الدین

ہے۔ پہلی صفت ربوبیتِ عالم میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس کی ربوبیت کسی خاص طبقہ اور قوم سے مخصوص نہیں۔ وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس کا فیض عام ہے۔

دوسری صفت "رحمانیت" میں اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا کی بعض اہم ضرورتوں کو بن مانگے از خود مہیا کرنے والا ہے جیسے ہوا روشنی پانی وغیرہ۔ بچہ کی پیدائش سے قبل ماں کی چھاتی میں اس کے لئے دودھ کا مہیا کر دینا یہ رحمانیت کا ہی کرشمہ ہے۔

تیسری صفت "رحیمیت" میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ ہر شخص کی محنت و کوشش کا بہترین نتیجہ پیدا کرتا اور بدلہ دیتا ہے۔ وہ کسی کی محنت کو رائگاں نہیں کرتا۔

چوتھی صفت "مالکیت یوم الدین" میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب وہ جزا و سزا دیتا ہے تو عدل و انصاف کو قائم فرماتا ہے۔ اور مالک ہونے کی وجہ سے اپنی رحمت کے جذبہ کو بروئے کار لاکر گنہگاروں اور خطا کاروں کے گناہ بخشتا ہے۔

دوسری طرف صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً کا ارشاد فرما کر لوگوں کو یہ تحریص دلائی کہ وہ خدا کے رنگ میں رنگین ہو جائیں۔ اور اس کی صفات کو اپنائیں۔

پس اگر کوئی حکومت آج کامیاب ہونا چاہتی ہے، یا چاہتی ہے کہ اس کے اور اس کی رعایا کے باہمی تعلقات خوشگوار رہیں تو وہ احکم الحاکمین کی ان متذکرہ بالا صفاتِ اربعہ کو اپنائے۔ یعنی

۱- اس حکومت کا فیضان کسی ایک طبقہ یا نسل سے مخصوص نہ ہو۔ کم از کم اپنے ملک کی حد تک آفاقی ہو۔

۲- وہ حکومت "رحمانیت" کی صفت کے پیشِ نظر رعایا کی "بنیادی ضروریات" کو خود مہیا کرے اور اس طرح اپنے ماتحتوں کے دل جیتے۔ نہ یہ کہ ماتحتوں اور رعایا کو اپنے بنیادی حقوق حاصل کرنے کے لئے بار بار مطالبات اور ایجی ٹیشن کرنا پڑے۔

۳- صفتِ "رحیمیت" کو ملحوظ رکھتے ہوئے حکومت کا فرض ہے کہ کام کرنے والوں مزدوروں دستکاروں اور حکومت کے کارندوں کو ان کی محنت و مزدوری کا بہترین اجر اور بدلہ دے۔ کارخانوں میں مزدوروں کی مناسب اُجرتیں ہوں۔ جو کوئی شخص ہمت و محنت کر کے کوئی مفید ایجاد کرے یا کوئی نیا انکشاف کرے یا اپنے فرائض کو بہترین طور پر بجا لائے تو اس کی قدر دانی اور حوصلہ افزائی کی جائے اور اس کی محنت کا بہترین صلہ دیا جائے۔

۴- صفتِ "مالکیت" کو پیشِ نظر رکھ کر حکومت کا فرض ہے کہ عدل و انصاف کو قائم کرے۔ ظلم و ستم۔ جنبہ داری اور اقربا نوازی نہ ہو۔ حق حقدار کو دیا جائے۔ ہاں اگر کوئی شخص کبھی نادانی سے حکومت کے کسی حکم سے غفلت برتے تو اصلاح و تادیب کیلئے چشم پوشی اور معافی سے بھی کام لے۔ حکومت کو انتقامی جذبات سے بالاتر ہونا چاہیئے۔ ہر غلطی کے لئے سزا دینا ضروری نہیں۔ بعض اوقات معافی بھی اصلاحِ احوال کا باعث بن جاتی ہے۔

پس آج وہی حکومت کامیاب ہو گی جو متذکرہ بالا چار امور کی طرف توجہ کرے گی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس نظامِ حکومت کی بنیاد ڈالی تھی اس کے یہی چار ستون اور اصول تھے جو حکومت اپنی رعایا کی جان مال اور عزت کی حفاظت کرے گی اور اُن کے لئے "بنیادی ضروریات" مہیا کرے گی، وہی حکومت اپنے ماتحتوں اور رعایا کے دلوں کو جیت کر ان کا تعاون حاصل کر سکے گی اور اس حکومت میں امن و سلامتی کا دور دورہ ہوگا۔ لیکن اس کے برعکس وہ حکومت جو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو تو ادا نہ کرے اور اپنی رعایا سے اطاعت و تعاون کے حقوق کا مطالبہ کرے ناکام رہے گی۔ اور اس کا ملک ہنگاموں اور بدامنی کا گہوارہ بن جائے گا۔ حالاتِ حاضرہ ہمارے لئے درسِ عبرت ہیں

حرفِ آخر

جیسا کہ میں نے اپنی تقریر کے آغاز میں ذکر کیا تھا کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور عالمگیر مذہب ہے اس نے روحانی اخلاقی تمدنی۔ معاشرتی اور اقتصادی وغیرہ امور میں ہماری رہنمائی کی ہے وہ زندگی کے ہر شعبہ میں ہمارے لئے مشعلِ راہ کا کام دے رہا ہے اس کامل مذہب اسلام نے "انسان کی بنیادی ضروریات" کے بارہ میں بھی ہماری رہنمائی کی ہے نہ صرف آج بلکہ آج سے چودہ سو سال قبل جب کہ موجودہ تحریکات اور ازموں کا نام و نشان نہ تھا۔ چونکہ اسلام اس خالق کون و مکان اور خالقِ فطرت کی طرف سے نازل کردہ مذہب ہے جو انسان کی ضروریات و تقاضوں کو بخوبی جانتا تھا اس لئے اس نے ان کے مناسبِ حال تعلیمات نازل فرمائیں۔ اور اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا کا اعلان فرما دیا۔

اعلانِ نکاح

قادیان۔ ۸ ر اپریل۔ کل بعد نماز عصر مسجد مبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے مکرم چودھری بدرالدین صاحب عامل درویش جنرل سیکرٹری لوکل انجمن احمدیہ قادیان کا نکاح (ثانی) عزیزہ امۃ العلیم صاحبہ بنت مستری محمد حسین صاحب درویش کے ساتھ دو ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔ اس موقع پر مکرم عامل صاحب کی طرف سے محترم صاحبزادہ صاحب نے یہ بھی اعلان کیا کہ موصوف نے اپنی اہلیہ اوّل محترمہ معراج سلطانہ صاحبہ کا حق مہر پانچ سو روپیہ سے بڑھا کر اڑھائی ہزار روپیہ کر دیا ہے۔

احباب دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے بابرکت کرے اور مثمر ثمراتِ حسنہ بنائے۔ آمین

ایڈیٹر بدر

ماریشس میں ملکہ الزبتھ ثانی کو قرآن کریم انگریزی اور اسلامی کُتب کا تحفہ

بقیہ صفحہ اوّل

ملکہ نے یونیورسٹی کا معائنہ کیا۔ مختلف شعبوں میں گئیں۔ بعدہٗ ریفرشمنٹ کا پروگرام تھا جس میں مختلف شخصیتوں سے بات چیت اور ملاقات ہوئی۔

H.M.Y. BRITANIA پر استقبالیہ

پہلے ہی روز رات کے دس بجے ملکہ محترمہ اور ڈیوک آف ایڈنبرا کی طرف سے مذہبی رہنماؤں، وزرائے حکومت اور غیر ملکی سفیروں کے اعزاز میں شاہی جہاز پر استقبالیہ دعوت منعقد کی گئی۔ خاکسار کو بھی ملکہ محترمہ اور ڈیوک کی طرف سے دعوت نامہ ملا۔ جہاز پر شاہی جوڑے نے خود مہمانوں کا استقبال کیا۔ ہم جہاز میں داخل ہوئے تو شاہی ڈرائنگ روم میں سے گزر کر کھلی جگہ میں آئے۔ یہ کمرہ دبیز مخملی قالینوں، نہایت نفیس صوفوں اور دیگر سامانِ آرائش سے آراستہ تھا۔ اس کے بعد سیڑھی چڑھ کر اوپر کی منزل میں پہنچے جہاں شامیانہ لگا ہوا تھا۔ اور یہیں پر استقبالیہ تقریب تھی۔ یہ تقریب ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ بہت سے احباب سے ملاقات ہوئی۔ بعض لوگوں سے پہلی مرتبہ تعارف ہوا ان میں مذاکرہ میں جرمنی کے سفیر (جن کے حلقہ میں ماریشس بھی شامل ہے) بھی شامل تھے۔ ان سے بڑی دلچسپ گفتگو ہوئی۔ جرمنی میں جماعت کا تعارف کرانے پر انہوں نے برملا کہا کہ ہاں میں جانتا ہوں آپ لوگ مسلمانوں میں بہت Active ہیں اور قرآن کی اشاعت کرتے ہیں۔ ان سے اسلام میں عورت سے مصافحہ نہ کرنے پر بھی بات چیت ہوئی کہنے لگے قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ عورت سے مصافحہ نہ کرو۔ میں نے انہیں پردہ کے احکام بتائے اور اسلامی آدابِ ملاقات پر روشنی ڈالی اور کہا کہ بہرحال ہر فرد اپنے ضابطۂ حیات کے مطابق عمل کرنے اور اصول کا پابند ہونے میں آزاد ہے۔

اسی طرح ماریشس کے وزیر صحت مسٹر والٹر سے بھی اس موضوع پر دوستانہ بات چیت ہوئی خاکسار نے انہیں بھی وضاحت سے اسلامی تعلیم بتائی جس پر وہ مطمئن ہو گئے۔ اسکے بعد ریٹریٹ (Retreat) کے لئے بینڈ بجنا شروع ہوا سب مہمان نیچے Deck پر آکر شاہی بینڈ کا نظارہ کرنے لگے، جو عجیب و غریب دھنیں اور سُریں نکال رہا تھا۔ اور میں عالمِ تصور میں دیکھ رہا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ بادشاہوں کو احمدیت نصیب کرے گا تو پھر وہ یہ سب چیزیں ترک کر کے شاہ والا تبار کی بڑائی بیان کیا کریں گے۔ اور اسلامی سادگی تمام موجودہ رسومات کی جگہ لے لیگی۔ انشاء اللہ۔ الغرض رات بارہ بجے خاکسار واپس رِزہل پہنچا۔

Pamplemousses بوٹینیکل گارڈن میں گارڈن پارٹی میں شرکت

۵ مارچ کو شاہی دورے کے دوسرے روز ملکہ الزبتھ نے پہلے پہر ماریشس کے قدرتی نظاروں، جن میں سرسبز پہاڑی علاقے، آبشاریں مختلف رنگوں کی مٹی کا پہاڑ اور Le Morne کا ساحلِ سمندر بھی شامل ہیں، کی سیر کی۔ شام کو چار بجے ماریشس کے مشہورِ عالم باغ پامپلےموسس گارڈن میں گورنمنٹ کی طرف سے ملکہ برطانیہ کے اعزاز میں گارڈن پارٹی دی گئی جس میں ہزاروں افراد مدعو تھے۔ اس میں بھی خاکسار کو دعوت تھی۔ درجہ بدرجہ سب مہمانوں کے لئے باغ کے وسیع و عریض لان میں حد بندی قائم کی گئی تھی۔ خاکسار وزراء حکومت کے حلقے میں تھا۔ اس پارٹی میں بہت سے احمدی دوست بھی مدعو تھے چنانچہ برادرم صدیق احمد صاحب مبلغ سلسلہ اور برادرم رشید حسین صاحب پرنسپل احمدیہ کالج اور برادرم حنیف جواہر صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ماریشس نے بھی شرکت کی۔ برادرم صدیق صاحب اور رشید صاحب کو تو ڈیوک آف ایڈنبرا سے عمدہ تعارف کرانے کا بھی موقع ملا۔ خاکسار کی اس پارٹی میں حسبِ معمول بہت سے سفرا اور وزراء سے ملاقات ہوئی۔ ایک مسلمان ایم ایل اے اور پارلیمنٹری سیکرٹری سے پہلی مرتبہ تعارف ہوا۔ خاکسار کو وہ غائبانہ تو جانتے تھے مگر ملاقات کا موقع اب پیدا ہوا۔ ان سے جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کے متعلق بات چیت ہوئی تو باوجود اس کے کہ وہ نظریاتی طور پر ہمارے مخالف ہیں انہوں نے ہماری تبلیغی سرگرمیوں کو تسلیم کیا اور سراہا انہوں نے بتایا کہ وہ فرینکفورٹ (جرمنی) علاج کے لئے گئے تو انہیں تعارفی لٹریچر میں بتایا گیا کہ یہاں مسلمانوں کی ایک مسجد بھی ہے مگر وہ اس میں جمعہ کے لئے نہ جا سکے کیونکہ وہ احمدیہ مسجد تھی۔ اور وہ ہمارے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ تاہم خاکسار نے کہا کہ مسجد خدا کا گھر ہے آپ کے لئے الگ نماز پڑھنے کا دروازہ ہر وقت کھلا تھا۔ کم از کم ایک مرتبہ زیارت اور تعارف کے لئے ہی چلے جاتے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

اسی پارٹی کے دوران سرکاری انتظام کے مطابق مختلف انجمنوں اور ایسوسی ایشنز نے ملکہ کی خدمت میں خوش آمدید اور وفاداری کے ایڈریس پیش کئے۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے سیکرٹری جماعت جناب ناصر احمد سوکیہ نے ایڈریس کی کاپی ملکہ الزبتھ کی خدمت میں پیش کی جس کا متن درج ذیل ہے:۔

"بملاحظہ ملکہ معظمہ برطانیہ الزبتھ ثانی

یور میجسٹی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہم ممبران جماعت احمدیہ ماریشس، اللہ تعالیٰ کے عاجز بندے، آنمحترمہ اور ڈیوک آف ایڈنبرا کو اپنے جزیرہ میں دلی خوش آمدید پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ آپ کا یہ مختصر قیام بہت خوش آیند اور یادگار ثابت ہو ہمیں امید ہے کہ آپ کا یہ دورہ ہمارے دونوں ملکوں کی دوستی کے لئے مزید تقویت اور مضبوطی کا باعث ہو گا۔

عالمگیر احمدیہ تحریک کی بنیاد حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے رکھی جو کہ ایک فعال اسلامی مذہبی تحریک ہے۔ جو دنیا میں عالمگیر سچائی، محبت، امن، باہمی افہام و تفہیم اور رواداری کا پرچار کر رہی ہے۔

ماریشس میں احمدیہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ۱۹۱۵ء میں قائم ہوئی اور اُس وقت سے جزیرے کی سماجی اقتصادی اور اخلاقی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کر رہی ہے ہمارے افراد حکومتِ وقت کے ساتھ وفادارانہ اور مخلصانہ تعاون کرتے ہیں۔

سپاسنامہ ختم کرنے سے پہلے ہم آنمحترمہ اور آپ کے شوہرِ محترم شہزادہ فلپ کے لئے بخیریت اپنے ملک واپسی کی دعا کرتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ ہماری نیک تمنائیں آپ اپنے خاندان اور اہلِ وطن تک پہنچا دیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

محمد اسلم قریشی مشنری انچارج۔
محمد حنیف جواہر پریذیڈنٹ
ناصر احمد سوکیہ سیکرٹری جنرل
جماعتِ احمدیہ ماریشس

ملکہ برطانیہ کے اعزاز میں سرکاری ضیافت

۵ مارچ کے روز ہی شام کے ساڑھے آٹھ بجے ملکہ کے اعزاز میں سرکاری ضیافت تھی گورنمنٹ ہاؤس بجلی کے رنگا رنگ قمقموں کی طویل و عریض قطاروں سے بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ ضیافت ہال کی اندرونی آرائش و زیبائش معمول سے کہیں زیادہ نمایاں تھی۔ مدھم مگر اعلیٰ روشنیاں دیواروں پر بالمقابل بہت بڑے بڑے آئینے، میزوں پر ہر چیز نہایت سلیقے اور قرینے سے آراستہ۔ گلدستے، ماریشس اور برطانیہ کے چھوٹے چھوٹے جھنڈے سجائے ہوئے، ہال کی شمالی جانب ملکہ کے لئے ایک خاص میز سجائی ہوئی۔ الغرض ایک عجیب و غریب شاہانہ تمکنت اور کرّوفر ہر ایک چیز میں نمایاں تھا۔ مہمان پونے آٹھ بجے سے ہی اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ ملکہ الزبتھ اور ڈیوک مقررہ وقت پر تشریف لائے۔ دعوتِ طعام شروع ہوئی۔ خاکسار اور دیگر مذہبی نمایندگان کو سٹیج کے بالکل قریب بٹھایا گیا تھا۔ دورانِ طعام کھانے کے ساتھ ساتھ ٹیبل ٹاک بھی خوب زوروں پر رہی۔ شاید دنیا جہان کی باتیں ایسے موقع پر ایک ہی دفعہ کر ڈالتے ہیں۔ بہرحال کافی وقت جانے سے پہلے جناب وزیر اعظم ماریشس نے ملکہ شاہی فیملی کے لئے جامِ صحت تجویز کئے اور پھر کافی کے دَور کے بعد وزیر اعظم اور ملکہ برطانیہ نے علی الترتیب تقریریں کیں۔ موصوفہ نے اپنی تقریر میں اپنے شاندار خیر مقدم پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا۔ اور ماریشس کے تمام لوگوں کا شکریہ ادا کیا بالخصوص یہاں کی مختلف النسل اور مختلف المذاہب آبادی کے نہایت پُرامن طریقے سے گزر بسر کرنے کو سراہا۔ اس کے بعد یہ تاریخی دعوت اختتام پذیر ہوئی۔ اور ملکہ محترمہ واپس اپنے جہاز پر چلی گئیں۔ دعوت کے بعد روانگی سے قبل کچھ وقفہ تھا اس میں خاکسار کو ویٹیکن کے سفیر بشپ Monsignor ... سے بات چیت اور جماعت کی وسعت اور سرگرمیوں سے آگاہ کرنے کا موقع ملا۔

الوداعی تقریب میں شرکت

۲۶ مارچ کو ملکہ الزبتھ اپنا دورہ تاریخی دورہ مکمل کر کے بذریعہ ہوائی جہاز لنڈن کے لئے روانہ ہوئیں۔ صبح ۹½ بجے ایئرپورٹ پر خاص الوداعی تقریب منعقد ہوئی۔ ملکہ کو الوداع کہنے والے خصوصی مہمانوں میں خاکسار بھی مدعو تھا۔ ملکہ کے جہاز سے لے کر ایئرپورٹ تک ۳۰ میل لمبے راستے میں جگہ جگہ لوگ والہانہ انداز میں شاہی مہمان کو الوداع کہنے کے لئے کھڑے تھے۔ ملکہ تقریباً پونے دس بجے ایئرپورٹ پہنچیں۔ سب سے پہلے مہمانوں کو بلوایا گیا۔ خاکسار نے ملکہ اور شہزادہ فلپ کو خدا حافظ کہا۔ یہ سب منظر ساتھ ساتھ ٹی۔ وی پر اسی وقت دکھایا جا رہا تھا۔ اور اس روز رات کو بھی تین مرتبہ اردو۔ ہندی۔ انگریزی اور فرانسیسی تبصروں کے ساتھ ٹیلی ویژن پر دکھایا گیا۔ مہمانوں سے ملنے کے بعد ملکہ نے گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا اور پھر آخری بار ہاتھ کے اشارے سے سب کو الوداع کہتے ہوئے براستہ نیروبی رائل ایئر فورس کے خاص طیارے کے ذریعہ لنڈن روانہ ہو گئیں۔

قرآنِ کریم اور کتبِ سلسلہ کا تحفہ

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے جماعتِ احمدیہ نے ملکہ معظمہ کو قرآن کریم انگریزی ترجمہ مع مختصر تفسیر اور دیگر چار کتب اسلامی تحفۃً دینے کا پروگرام بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ ملکہ کی آمد سے قبل ذاتی طور پر یہ تحفہ پیش کرنے کے لئے گورنر جنرل کے پرائیویٹ سیکرٹری سے رابطہ قائم کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ذاتی طور پر ایسا کرنا مشکل ہو گا۔ آپ اپنے تحائف میرے پاس جمع کروا دیں۔ میں ملکہ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ چنانچہ ملکہ برطانیہ کی روانگی کے اگلے روز خاکسار نے جب ٹیلیفون پر ان سے استفسار کیا تو انہوں نے بتایا کہ ہمارا قرآن کریم اور کتب کا تحفہ ملکہ کے پرائیویٹ سیکرٹری کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ الحمد للہ امید ہے کہ ملکہ مکرمہ کی طرف سے ان تحائف کی وصولی کا خط آئے گا۔

قرآن مجید کے ساتھ ہی خاکسار نے ایک نسبتاً مفصل خط تعارف اور خوش آمدید کا بھی ملکہ معظمہ کے نام لکھا تھا جس کا ترجمہ پیش کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اس خط کا متن درج ذیل ہے:

"بملاحظہ ہر مجسٹی الزبتھ ثانی ملکۂ ماریشس برطانیہ و دیگر ممالک، ہیڈ آف کامن ویلتھ

عزت مآب ملکہ!

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں آپ کے ساتھ ہوں۔

جماعتِ احمدیہ ماریشس اپنے دوسرے ماریشین بھائیوں کے ساتھ نہایت درجہ خوشی کے ساتھ اپنی ملکہ اور ہز رائل ہائی نس ڈیوک آف ایڈنبرا کا استقبال کرتی ہے۔ یہ اس خوبصورت اور چھوٹے جزیرہ کی تاریخ میں پہلا واقعہ ہے کہ اسے اپنے ساحلوں پر ایک حکمران بادشاہ کا خیر مقدم کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ ہم اس عنایت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں

ایک مذہبی جماعت ہونے کے لحاظ سے ہم برٹش حکومت کے تحت ڈیڑھ صدی سے زیادہ مذہبی آزادی اور رواداری کے زمانہ کو بڑی قدر کے جذبات سے یاد کرتے ہیں۔ اور یہ مذہبی آزادی کی فضا نہ صرف اس جزیرہ میں بلکہ جہاں بھی برٹش حکومت رہی ہے قائم رہی ہے اور اقوام نے اس سے فائدہ اٹھایا۔

ہماری جماعت نے برٹش انڈیا میں حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام (۱۸۳۵ - ۱۹۰۸) کے ہاتھوں جنم لیا۔ بانیٔ جماعت نے دعویٰ فرمایا کہ آپ ساری دنیا کے لئے مسیح موعود بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ایسے ہی جس طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مسیح بنا کر بھیجے گئے تھے۔ آج دنیا میں چالیس لاکھ انسان جماعتِ احمدیہ کے بانی کی روحانی قیادت کا دم بھرتے ہیں۔ جن کی آمد کا واحد مقصد انسان اور اس کے خالق کے درمیان ذاتی رشتہ کو استوار کرنا تھا۔ جیسا کہ اسلام کا لفظ اپنے معنوں کے اعتبار سے امن کا پیغام ہے۔ اسی طرح ہم افرادِ جماعت احمدیہ بھی دنیا میں امن قائم کرنے کی خدمت پر مامور ہیں اور ہماری زندگی اور موت اسی ایک مقدس فریضہ کے لئے وقف ہے

ماریشس میں ہماری جماعت ۱۹۱۵ء میں قائم ہوئی اور ہم نے یہاں مختلف اقوام مذاہب اور طبقات کے درمیان امن اور خیر سگالی کی فضا قائم کرنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے اور بھرپور حصہ لیا ہے

ہمارے مقدس بانیٔ جماعت نے آنمخترمہ کی عظیم دادی ملکہ وکٹوریہ کی گولڈن جوبلی کے موقعہ پر ۱۸۹۷ء میں ایک کتاب "تحفہ قیصریہ" کے نام سے ملکہ وکٹوریہ کے نام لکھی جو انہیں تحفۃً بھیجی گئی۔ ہم بھی اپنے مقدس بانی کی روایت پر عمل کرتے ہوئے آنمخترمہ سے مندرجہ ذیل کتب کا تحفہ قبول کرنے کی درخواست کرتے ہیں:۔

۱۔ قرآن کریم انگریزی ترجمہ مع تفسیر

۲۔ اسلامی اصول کی فلاسفی انگریزی

۳۔ Le Système Economique de L' Islam (French)

۴۔ افریقہ سپیکس

۵۔ سیرت حضرت مسیح موعود (انگریزی)

بالآخر ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری ذی شان ملکہ پر اپنے بہترین فضل اور برکات نازل فرمائے اور بخیریت اپنے وطن اور اہلِ خاندان میں واپس لے جائے۔"

ملکہ الزبتھ سے خاکسار کے مصافحہ نہ کرنے کی ملکی سطح پر تشہیر اور تبلیغ

یہ رپورٹ نامکمل رہے گی اگر اس امر کا ذکر نہ کیا جائے کہ ملکہ برطانیہ کا استقبال کرتے وقت خاکسار نے ملکہ محترمہ سے مصافحہ نہ کیا تھا۔ اس امر کی سوائے اس کے کوئی وجہ نہ تھی کہ اسلام اس سے منع کرتا ہے اور ایسا کرنا اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔ چنانچہ اس امر کے متعلق خاکسار نے مختلف دعوت نامے ملنے پر چار پانچ روز قبل متعلقہ آفس کو مطلع کیا کہ خاکسار ہر مجسٹی ملکہ برطانیہ سے ملاقات کے وقت ان سے مصافحہ نہیں کرے گا۔ براہِ کرم یہ امر نوٹ کر لیا جائے۔ مگر شاید کاموں کی بھرمار اور تیاریوں کی ہماہمی میں متعلقہ افسران اس اطلاع کا مناسب نوٹس نہیں لے سکے۔ چنانچہ استقبال کے وقت ملکہ نے میری طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر خاکسار نے سر کے اشارے سے ملکہ کو صباح الخیر Good Morning کہا اور مصافحہ نہیں کیا۔ ہاں جب ڈیوک آف ایڈنبرا ملے تو ان سے بڑتپاک مصافحہ کیا۔ ملکہ کے میری طرف ہاتھ بڑھانے میں ایک یہ چیز بھی ممد ہوئی کہ میرے ساتھ جامع مسجد پورٹ لوئیس کے امام صاحب کھڑے تھے۔ استقبال سے قبل میں نے انہیں کہا کہ عورتوں سے مصافحہ اسلام میں منع ہے لہٰذا امید ہے آپ مصافحہ نہیں کریں گے اور میں تو بہرحال نہیں کروں گا۔ اس پر انہوں نے کہا ہاں۔ مگر کیا کریں یہاں کی صورتِ حال کے حساب سے کرنا ہی پڑے گا۔ چنانچہ وقت آنے پر امام صاحب نے ملکہ سے بھی پہلے اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے آگے بڑھا دیا۔ ورنہ شاید ملکہ مذہبی آدمی سمجھ کر اپنا ہاتھ نہ ہی بڑھاتیں اب جب وہ میرے سامنے آئیں تو انہوں نے یہی سمجھا ہوگا کہ جب ایک امام نے ہاتھ ملایا ہے تو دوسرا بھی ایسا ہی کرے گا لہٰذا کچھ ایسی صورتِ حال پیدا ہو گئی کہ ملکہ کا ہاتھ بڑھ گیا مگر خاکسار اسے وصول کرنے سے معذور رہا یہ نظارہ اسی وقت سامنے ملک میں ٹی۔ وی پر نظر آیا اور وہاں موقع پر بھی لوگوں نے دیکھا۔ اور اسے بہت محسوس کیا۔ غیر مسلم تو بہرحال اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے محسوس کر رہے تھے مگر مسلمانوں میں اس امر کا خوب چرچا ہوا۔ کہ دیکھو احمدی مولانا نے تو ملکہ سے مصافحہ نہیں کیا مگر سنی مولانا نے جھٹ کر لیا اور چند دن تک وزراء کے حلقوں سے لے کر ہر سطح کے آدمی کا یہ امر دلچسپ موضوع بن گیا۔ اور جماعت کے دوستوں کے لئے تبلیغ کا ایک نیا باب کھل گیا اور انہیں خوب دھڑلے سے سر اونچا کر کے مسلمان دوستوں اور دوسرے دوستوں کو تبلیغ کرنے کا موقع ملا۔ خود خاکسار کو ملکہ کے دورہ کے دوران وزیرِ صحت ماریشس، متعدد ممبرانِ پارلیمنٹ، چیف جسٹس اور جرمن سفیر کو اس سلسلہ میں اسلامی نقطۂ نظر اور احکام سے متعارف کرانے کا موقع ملا۔ ایک مسلمان ممبر پارلیمنٹ نے مجھے بعد میں بتایا کہ آجکل تو بس ہر جگہ آپ کا تذکرہ ہے کہ آپ نے کیوں ملکہ سے مصافحہ نہیں کیا۔ اور میں نے ہر جگہ آپ کا دفاع کیا ہے کہ آپ کا اس میں کوئی قصور نہیں آپ نے اپنے مذہبی اصول پر عمل کر کے کوئی جرم نہیں کیا جبکہ آپ پہلے متعلقہ محکمہ کو مطلع کر چکے تھے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ فضل اور احسان ہے کہ اس عاجز کو اسلامی آداب ملاقات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشی۔ اور یوں یہ امر جماعت کی نیکنامی اور بہتر معمولی تبلیغ کا موجب بنا۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

درخواستِ دعا

بالآخر خاکسار احبابِ جماعت کی خدمت میں عاجزانہ درخواستِ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعتِ احمدیہ ماریشس کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت عہد میں زیادہ سے زیادہ ترقیات عطا فرمائے اور ہماری کمزوریوں کی ستاری اور پردہ پوشی فرمائے۔

آمین - ثم آمین

سرینگر میں سیرۃ النبی صلعم پر احمدی مبلغ کی تقریر

اگرچہ موجودہ زمانہ میں مادیت کا بڑا زور ہے اس کے باوجود بعض لوگوں کو مذہب سے کافی دلچسپی ہے۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جب کوئی دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لاتا ہے تو اس کے دل میں آقائے نامدار کی بے پناہ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہمارے ایک مخلص دوست مکرم محمد جمال صاحب جو کچھ ہی عرصہ ہوا شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اشاعتِ دین کا خاص جذبہ رکھتے ہیں انہوں نے نیا مکان بنایا ہے اور کشمیر میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی نیا مکان بناتا ہے اور پھر اس میں رہنا شروع کر دیتا ہے تو اپنے ہمسایوں اور عزیز و اقارب کو اس خوشی میں دعوت پر بلاتا ہے۔ کشمیری زبان میں اسے "براوش" کہتے ہیں۔ مکرم محمد جمال صاحب کے گھر میں بھی "براوش" تھی۔ موصوف نے مکرم مولوی غلام نبی صاحب مبلغ انچارج کشمیر سے خواہش ظاہر کی کہ ان کے گھر تشریف لا کر دینی باتیں سنائی جائیں۔ چنانچہ مورخہ ۲۶ کی رات کو میں بھی مولوی صاحب کے ساتھ مکرم جمال صاحب کے گھر گیا۔ کم و بیش سو سوا سو مرد و زن موجود تھے۔ یہ سب کے سب غیر از جماعت تھے۔ مولوی صاحب نے تقریباً پون گھنٹہ سیرۃ النبی پر تقریر کی۔ لوگوں نے آپ کی تقریر کو خاص توجہ سے سنا اور بہت متاثر ہوئے۔ موصوف نے حضرت نبی اکرم کے حقیقی مقام کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ اور بتایا کہ اب کوئی شخص کسی مذہب سے تعلق رکھنے والا براہِ راست خدا سے نہیں مل سکتا ہاں ملنے کا صرف اور صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ وہ ہے محمد مصطفےٰ کی غلامی میں آنا۔ پس جب تک دنیا کے لوگ محمد مصطفےٰ کے غلام نہیں بنتے آپ کے ٹھنڈے سائے تلے جمع نہیں ہوتے ان کو قلبی سکون حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے جس میں ترمیم نہیں ہو سکتی

موصوف نے بتایا اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء کرام کی ذاتِ گرامی ہمدردیٔ خلق سے پُر ہوتی ہے لیکن جب ہم آقائے نامدار صلعم کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس پہلو سے بھی حضور سب نبیوں سے آگے ہی بڑھے ہوئے ہیں۔ آپ کا غلاموں سے حُسنِ سلوک، کفار و مشرکین سے ہمدردی اپنے ماحول میں انکساری اور مخلوق کی غمگساری وغیرہ قابلِ صد تحسین مناقب ہیں۔ آپ نے بہت سارے واقعات بھی سنائے مثلاً مدینہ منورہ کی ایک بوڑھی عورت کا سامان اٹھا کر اس کے گھر پہنچانا اور اس بڑھیا کا مسلمان ہو جانا۔ ایک کافر مہمان کا بستر پر پاخانہ کر دینا اور آپ کا اپنے ہاتھوں سے صاف کرنا۔ زیدؓ جو ایک غلام تھا اس کو فرش سے اٹھا کر عرش تک پہنچا دینا۔ وغیرہ

جب مولوی صاحب یہ واقعات سنا رہے تھے تو سامعین کی عجیب کیفیت تھی۔ اور بہت اثر تھا جب مولوی صاحب نے امنِ عالم سے متعلق آنحضورؐ کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر آج بھی دنیا آپؐ کی اس تعلیم پر عمل پیرا ہو جائے تو ساری دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

مولوی صاحب نے دورانِ تقریر احبابِ جماعت کو تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے لئے مالی اور جانی قربانیاں کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔ مولوی صاحب کی یہ تقریر پون گھنٹہ تک جاری رہی اللہ تعالیٰ اس کے بہتر نتائج پیدا فرمائے

خاکسار رفیق احمد نائب سیکرٹری تبلیغ و تعلیم

مجلس خدام الاحمدیہ سرینگر

سکیم شعبہ ناصرات الاحمدیہ بھارت

برائے سال ۱۹۷۲ء

گزشتہ سال بچیوں کی تینوں کتابوں راہِ ایمان، مختصر تاریخِ احمدیت اور یاد رکھنے کی باتوں کے کچھ حصّہ کا امتحان لیا گیا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ باہر کی ناصرات میں سے بہت کم بچیوں نے حصّہ لیا۔ اب اس سال کے لئے نیا نصاب شائع کیا جارہا ہے۔ عہدیداران بچیوں کی عمر کے مطابق تینوں گروپ یعنی معیارِ سوئم (۸-۹-۱۰ سال) معیارِ دوئم (۱۱-۱۲-۱۳ سال) اور معیارِ اوّل (۱۴-۱۵-۱۷ سال) بنائیں اور کورس کے مطابق بچیوں کو اچھی طرح تیاری کروائیں تاکہ ہر جگہ کی ہر بچی امتحان میں حصّہ لے۔ امتحان انشاء اللہ جولائی کے آخر میں لیا جائے گا۔ تاریخ کا اعلان بعد میں کر دیا جائے گا۔

نصاب معیارِ سوئم (عمر ۸-۹-۱۰ سال)

قرآن کریم ناظرہ۔ کلمہ طیبہ۔ نماز سادہ۔ تسبیح (سبحان اللہ وبحمدہٖ......) ارکانِ اسلام۔ نماز کے آداب۔ مسجد کے آداب۔ آنحضرتؐ۔ آپکی والدہ اور والد کا نام۔ خلفاء راشدین کے نام۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ حضرت اماں جانؓ۔ اور آپ کے خلفاء کے نام۔ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد کی دعا۔ نظم: ہمارا خدا۔ اور علیک الصلوٰۃ علیک السلام زبانی یاد کرنی۔

نصاب معیارِ دوئم (عمر ۱۱-۱۲-۱۳ سال)

راہِ ایمان کا دوسرا حصّہ مکمل۔ یاد رکھنے کی باتیں ۱۴ صفحہ تک۔ مختصر تاریخ احمدیت پہلا حصّہ مکمل۔

نصاب معیارِ اوّل (عمر ۱۴-۱۵-سال)

مختصر تاریخِ احمدیت دوسرا حصّہ مکمل۔ یاد رکھنے کی باتیں مکمل۔ قرآن مجید کے دوسرے پارے کا ترجمہ۔

پروگرام سالانہ اجتماع ناصرات الاحمدیہ بھارت

ماہِ اکتوبر میں ہر جگہ ناصرات الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع رکھا جائے۔ جس میں تقریری مقابلہ اور حفظِ قرآن کا مقابلہ رکھا جائے۔

مقابلہ حفظِ قرآن

۱- معیارِ اوّل: سورۃ بروج۔ سورۃ الضحیٰ۔ سورۃ تین۔
۲- معیارِ دوئم کیلئے: سورۃ فیل۔ سورۃ قریش۔ سورۃ ماعون۔
۳- معیارِ سوئم کیلئے: سورۃ الکافرون۔ سورۃ نصر۔ سورۃ اللھب۔

تقریری مقابلہ

معیارِ اوّل (فی تقریر ۴ منٹ)—(۱)۔ نماز کی برکات اور اسکے فوائد۔ (۲)۔ حضرت مصلح موعودؓ کا کوئی کارنامہ۔ (۳) خلافتِ ثالثہ کی ایک بابرکت تحریک۔ چندہ وقفِ جدید میں بچوں کا حصّہ۔

معیارِ دوئم (فی تقریر ۳ منٹ)—(۱)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے سلوک۔ (۲)۔ سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ (۳)۔ سیرت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

معیارِ سوئم (فی تقریر ۲ منٹ)—(۱) آدابِ مسجد۔ (۲) امانت۔ (۳) احمدی بچیوں کے فرائض۔

ضروری نوٹ:- ناصرات الاحمدیہ کی ہر بچی کو عہد نامہ اور سترہ آیات سورۃ البقرہ کی یاد ہونی چاہئیں۔

صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ قادیان

مسجد اقصیٰ (ربوہ) کی تعمیر و تزئین کے بعض اہم و دلچسپ کوائف

بقیہ صفحہ دوئم

جس کے بعد اب محترم بریگیڈیر اقبال احمد صاحب شمیم اس نازک اور اہم ذمہ داری کو ادا کر رہے ہیں۔ آپ کی عدم موجودگی میں محترم چوہدری ظہور احمد صاحب قائمقام سیکرٹری ہوتے ہیں۔

(۱۰) اس مسجد کا نقشہ چودھری عبدالرشید صاحب احمدی چارٹرڈ آرکیٹیکٹ سابق پروفیسر انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور حال مقیم لنڈن نے تیار کیا۔ چوہدری نذیر احمد صاحب انجینئر شروع سے لیکر اکتوبر ۱۹۷۱ء تک کام کی نگرانی کرتے رہے۔ بہت سے دیگر احمدی انجینئر بھی تعمیر میں گہری دلچسپی لیتے رہے اور مشورہ دیتے رہے۔ ان کے علاوہ بعض دیگر قابل اور مشہور انجینئروں کو بھی وقتاً فوقتاً مشورہ کے لئے بلایا جاتا رہا تاکہ اگر کسی جگہ بھی کوئی نقص نظر آئے تو اس کی نشاندہی اور اصلاح ہوسکے۔

(۱۱) مسجد میں یک صد برقی پنکھے لگائے گئے ہیں۔ مسجد کے ملحق ۲۰ غسلخانے ۱۲ لیٹرینیں اور ۲۲ طہارت خانے ہیں مستورات کے لئے علیحدہ غسل خانوں اور لیٹرین کا انتظام ہے۔ وضوء کے لئے کثرت سے نلکے لگائے گئے ہیں۔ ان سب میں فلش سسٹم ہے۔

(۱۲) پانی کی فراہمی کے لئے قریبی پہاڑی پر ۹۰ فٹ کی بلندی پر ایک ٹینکی بنائی گئی ہے۔ جس میں پندرہ ہزار گیلن پانی سما سکے گا۔ اس ٹینکی میں پانی لانے کے لئے ۶ انچ بور کا ایک ٹیوب ویل ۲۷ سو فٹ کے فاصلہ پر ایسی جگہ لگایا گیا ہے جہاں پر پانی میٹھا ہے۔

(۱۳) روشنی کا بھی نہایت معقول اور اعلیٰ انتظام ہے۔ لائٹ پوائنٹس کی تعداد دو صد ہے۔ ۶ فلڈ لائٹ صحن کے لئے ہیں۔ جہاں ۵۰۰ ووٹ کے مرکری بلب نصب ہیں۔ ایک فلڈ لائٹ سائیکل پارک اور ایک کار پارک کے لئے ہے۔

(۱۴) مسجد میں جانے کے لئے وسیع راستے اور سڑکیں بنائی گئی ہیں۔ جن کے درمیان مختلف قطعات میں گھاس اور پھولوں کے پودے لگائے جا رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے مسجد کا ماحول بہت سرسبز اور خوبصورت منظر پیش کرے گا۔ انشاء اللہ۔

بالآخر اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس عظیم الشان مسجد کی تعمیر و تکمیل کو ہر لحاظ سے اسلام اور احمدیت کے لئے خیر و برکت کا موجب بنائے۔ اس مسجد کو کثرت کے ساتھ نیک اور متقی نمازی عطا کرے۔ اور اسے اپنی لامحدود رحمتوں اور فضلوں کا مہبط بنائے۔

جس مخلص، فدائی اور غیور احمدی بھائی کو اس کی تعمیر کے لئے جملہ بھاری اور گرانقدر اخراجات ادا کرنے کی خاص اور غیر معمولی توفیق عطا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے انہیں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اور انہیں اور اُن کی اولاد کو اپنے خاص الخاص فضلوں کا مورد بنائے اور دیگر جن احباب اور کارکنوں کو کسی نہ کسی رنگ میں اس کی تعمیر میں حصّہ لینے کی توفیق ملی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر عطا فرمائے اور انہیں اپنی رضا کا وارث بنائے۔ آمین۔

حضور ایدہُ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے خطبہ جمعہ (۳۱ امان) میں اُن سب کے لئے خصوصی دعائیں کرنے کی تحریک فرمائی ہے ۞

اعلانِ نکاح

خاکسار کے فرزند سید نور الحق سلمہٗ کا نکاح مکرم شیخ عباس صاحب کیرنگ ساکن موسیٰ بنی کی دختر زبیدہ بیگم سلمہا کے ساتھ بعوض مبلغ ۱۱۲۵/- روپے حق مہر پڑھایا گیا۔ اور ساتھ ہی میری نورِ چشم زین النساء سلمہا کا نکاح برادرم مکرم شیخ عباس صاحب کیرنگ ساکن موسیٰ بنی کے فرزند مبارک احمد سلمہٗ کے ساتھ بعوض مبلغ ۱۱۲۵/- روپے مہر پڑھایا گیا۔ احبابِ کرام و بزرگانِ دین سے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ سلسلہ وار ہر دو خاندانوں کے لئے یہ رشتے مبارک ثابت ہوں۔ اس تقریب کے موقعہ پر مبلغ ۵/- روپیہ اعانتِ بدر کیلئے بھیج رہا ہوں۔

خاکسار: سید ظہیر الحق احمدی (دکشکی) جمشید پور

اعلانِ نکاح و تقریبِ رخصتانہ

مکرم بشیر احمد صاحب شاد درویش کی شادی مسماۃ حمیدہ بیگم صاحبہ بنت راجہ عبدالرحمٰن خان صاحب ساکن اندورہ کے ساتھ مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۷۲ء کو موضع اندورہ ضلع اسلام آباد (کشمیر) میں ہوئی۔ اسی دن دوپہر کو خاکسار نے اس نکاح کا اعلان بعوض ایک ہزار روپیہ حق مہر کیا۔ بارات میں قادیان سے مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب درویش بھی شامل ہوئے۔ بعد ازاں ۲۳ مارچ کو واپس قادیان پہنچے۔ مورخہ ۲۵ مارچ کو قادیان میں دعوتِ ولیمہ کی تقریب عمل میں آئی۔ احباب رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار: شبیر احمد ناصر مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان۔

درخواستِ دُعا

عزیز عبدالقدوس ابن الحاج محمد محسن صاحب مرحوم یادگیر سے لکھتے ہیں کہ خاکسار کا میٹرک کا امتحان ۱۷ اپریل سے شروع ہو رہا ہے۔ جملہ احباب کرام سے درخواست ہے کہ دُعا فرمائیں اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو نمایاں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار: بشارت احمد بشیر مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

صدر انجمن احمدیہ کا مالی سال اور اس کے چند یوم

جیسا کہ احباب جماعت کو علم ہے کہ ۳۰ اپریل ۱۹۷۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کا مالی سال ختم ہو رہا ہے اور اب صرف چند یوم باقی ہیں۔ اس لئے نظارت ہذا جملہ احباب جماعت و عہدیداران مال اور مبلغین کرام سے امید رکھتی ہے کہ جماعت کے دوستوں کو مالی قربانیوں کی اہمیت اور سلسلہ کی ضروریات سے آگاہ فرما دیں تاکہ ایسے دوست بھی بشاشتِ قلبی سے ۳۰ اپریل سے قبل اپنے لازمی چندہ جات کی رقوم جو اُن کے ذمہ واجب الادا ہیں، ادا کر کے اپنے فرائض سے سبکدوش ہوں۔

تین روز قبل تمام جماعتوں کو ۳۱ مارچ تک کی پوزیشن کی اطلاع بھجوائی جا چکی ہے۔ امید ہے احبابِ جماعت اپنے اس عہد کو سامنے رکھیں گے کہ "مَیں دین کو دُنیا پر مقدم رکھوں گا"۔ بس خوش قسمت ہیں وہ احباب جو دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے دین کے لئے اپنے کئے ہوئے وعدوں کو پُورا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق بخشے آمین۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

فوری ضرورت ہے

مدرسہ احمدیہ قادیان کے لئے مفصلہ ذیل کتب کی فوری ضرورت ہے:-

تصانیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۱۔ مسیح ہندوستان میں۔
۲۔ جنگِ مقدس۔
۳۔ کتاب البریّہ۔
۴۔ ست بچن۔
۵۔ چشمۂ معرفت
۶۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔
۷۔ نزول المسیح
۸۔ برکات الدعا
۹۔ ازالہ اوہام

تصانیف حضرت مصلح موعود رضؓ

۱۔ فضائل القرآن۔
۲۔ تقدیر الٰہی۔
۳۔ وحی و الہام کے متعلق اسلامی نظریّہ۔

دیگر کتب

۱۔ سیرت خاتم النبیین ہر سہ حصص از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضؓ
۲۔ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور انگریز از مولانا دردؔ صاحب۔
۳۔ مسیح کی انجیل۔
۴۔ بائیبل اُردو مکمل۔

ہر کتاب کے پانچ سات نسخے درکار ہیں کتاب کی حالت اچھی ہو۔ ہر کتاب کی واجبی قیمت اور تعداد لکھیں تا ان ... کرنے کا آرڈر دیا جائے۔ جو دوست بطور صدقہ جاریہ کتب دینا چاہیں تو اس کی صراحت فرمائیں، شکریہ کے ساتھ قبول کی جائیں گی۔ نیز کتاب پر معطی کا نام بغرضِ دُعا لکھ دیا جائے گا۔ اس صورت میں اخراجات ڈاک مدرسہ ادا کرے گا۔

خط و کتابت بنام **ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیّہ قادیان** کی جائے۔

یوم سیرت النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم

جملہ جماعت ہائے احمدیہ بھارت کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ۲۷ شہادت (اپریل) بروز جمعرات یوم سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلّم کی مبارک تقریب شایانِ شان منائی جائے۔

اس دن پبلک جلسے کئے جائیں جن میں اپنے غیر احمدی بھائیوں اور غیر مسلم بھائیوں کو شرکت کی خصوصی دعوت دی جائے۔ اور کوشش کی جائے کہ ان اجلاسات کی صدارت غیر احمدی یا غیر مسلم معتقدر اور صاحب رسوخ ہستیاں کریں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اہم پہلوؤں پر غیر مسلم اصحاب کو بھی تقاریر کی دعوت دی جائے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کی مقدس سیرت کے تعلق میں درج ذیل عنوانات کو بھی خصوصیت سے ملحوظ رکھا جائے:-

بانیٔ اسلام غیروں کی نظر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں۔ بانیٔ اسلام اور دیگر بانیانِ مذاہب۔ امنِ عالم اور پیغمبرِ اسلام۔ حقوق العباد اور نبی عربی وغیرہ وغیرہ۔

اِن اجلاسات کے اختتام پر رپورٹیں جلد مرکز کو روانہ کر دیں۔ تاکہ بر وقت اخبار میں شائع ہو سکیں۔ تاخیر سے موصول ہونے والی رپورٹوں کی عدم اشاعت کی ذمہ داری رپورٹ بھجوانے والے پر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو آمین۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

انتہائی قربانیوں کا مطالبہ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۶۷ء کے جلسہ سالانہ پر فرمایا:-

"کم و بیش تیس سال کا عرصہ بڑا ہی اہم ہے۔ اور ہم سے انتہائی قربانیوں کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اسلام کو تمام دُنیا میں غالب کرنے کی آسمانی مہم آج ایک نہایت ہی اہم اور نازک دَور میں داخل ہو چکی ہے۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی قربانیوں اور دعاؤں کو انتہا تک پہنچا دیں۔ تا جماعتِ احمدیہ کے قیام کی غرض بہ تمام و کمال پوری ہو۔"

(الفضل ۹-۱-۶۸)

چندہ تحریک جدید کا مقصود اشاعتِ دین ہے۔ اور اس وقت جبکہ مالی سال ختم ہو رہا ہے مزید گیارہ ہزار روپیہ مرکز میں درکار ہے۔ عہدہ داران و احباب براہ کرم جلد توجہ کر کے ۲۳ اپریل تک زیادہ سے زیادہ چندہ ارسال فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی برکات سے نوازے آمین۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

درخواستِ دُعا

خاکسار کا لڑکا سید معین الحق ہائر سیکنڈری کے امتحان میں شریک ہو رہا ہے۔ مبلغ -/۵ روپے درویش فنڈ میں ارسال کرتے ہوئے عزیز موصوف کی نمایاں کامیابی کے لئے دعاؤں کا خواستگار ہوں۔

خاکسار: سید ظہیر الحق احمدی۔ جمشید پور

جلسہ ہائے یومِ مسیح موعودؑ

جماعت احمدیہ کرڈاپلی (اڑیسہ) جماعتِ احمدیہ تیماپور (میسور) اور مجلس خدام الاحمدیہ ڈائمنڈ ہاربر (بنگال) کی طرف سے جلسہ ہائے یومِ مسیح موعودؑ کے انعقاد کی رپورٹیں موصول ... عدمِ گنجائش اِن رپورٹوں کی ... اشاعت میں مانع ہے۔ اللہ تعالیٰ ان جماعتوں اور مجلس کو اپنے بے پایاں فضلوں سے نوازے اور ان کی مساعی کو قبول فرمائے آمین۔

(ایڈیٹر بدر)

پٹرول یا ڈیزل سے چلنے والے ٹرک یا کاروں

کے ہر قسم کے پرزہ جات آپ کو ہماری دکان سے مل سکتے ہیں۔ اگر آپ کو اپنے شہر یا کسی قریبی شہر سے کوئی پرزہ نہ مل سکے تو ہم سے طلب کریں۔

پتہ نوٹ فرمالیں

آٹو ٹریڈرز ۱۶ مینگولین کلکتہ ۱

AUTO TRADERS 16 MANGOE LANE CALCUTTA-1

تار کا پتہ:- "Autocentre" فون نمبرز 23-1652 23-5222